ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت

ملتان

ذوالقعدہ الحرام ۱۴۱۴ھ

مئی ۱۹۹۴ء

راہِ عزیمت

امیر المؤمنین سید احمد شہید نے فرمایا:

شہادت: ۲۴ ذوالقعدہ، ۱۲۴۶ھ، مطابق ۶ مئی ۱۸۳۱ء مقام شہادت: بالاکوٹ۔

اہل حکومت وریاست سے کشمکش کی کئی غرضیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً جاہ ومال کی محبت یا محض شجاعت وشہامت کی نمائش۔

میرا مقصود یہ ہے کہ:

دین محمدی کی نصرت میں اپنے مولا کا حکم بجالاؤں، جو مالک مطلق اور بادشاہ برحق ہے خدائے عزوجل گواہ ہے کہ اس ہنگامہ آرائی سے میرا مقصد اسکے سوا کچھ نہیں۔ نہ اس میں کوئی نفسانی غرض شامل ہے۔ ایسی غرض نہ کبھی زبان پر آئی ہے نہ دل میں گزری ہے۔ دینِ محمدی کی نصرت کے لئے جو کوشش کسی صورت میں بھی ممکن ہوگی، ضرور بجا لاؤں گا اور جس تدبیر کو بھی مفید پاؤں گا، اسے لازماً اختیار کروں گا۔ انشاءاللہ زندگی کے آخری سانس تک اسی سعی میں مشغول رہوں گا۔ پوری عمر اسی کام میں صرف کردوں گا۔ اور جب تک زندہ ہوں اس مقصد کے لئے تگ ودو جاری رکھوں گا۔ جب تک سر گردن پر سلامت ہے، اس میں یہی سودا سمایا رہے گا اور جب تک پاؤں تابِ رفتار سے محروم نہیں ہوجاتے اسی راستے پر چلتا جاؤں گا۔

مفلس بن جاؤں یا دولت مند، منصب سلطنت پر پہنچ جاؤں یا کسی کی رعیت بن جاؤں۔ بزدلی کی تہمت لگے یا شجاعت کی ستائش کی جائے۔ میدانِ جہاد سے کامیاب ہو کر زندہ لوٹوں یا شہید ہو جاؤں۔ اگر میں دیکھوں میرے مولا کی رضا اسی میں ہے کہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر تنہا میدانِ جنگ میں آؤں تو خدا کی قسم دل وجان سے تنہا سینہ سپر ہو جاؤں گا اور لشکروں کے ہجوم میں گھستے وقت دل میں ذرا سا بھی کھٹکا نہ ہوگا۔

مجھے نہ بہادری جتانا مقصود ہے، نہ ریاست حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس کا ثبوت یوں مل سکتا ہے کہ سکھوں کے بڑے بڑے سرداروں اور رئیسوں میں سے جو شخص دینِ محمدی کو قبول کر لے میں سوزبان سے اس کی مردانگی کا اعتراف واظہار کروں گا۔ اور ہزار جان سے اسکی سلطنت کی ترقی چاہوں گا۔ جب آپ اپنے حاکم کے احکام کی تعمیل میں کوئی عذر وحیلہ روا نہیں رکھتے، حالانکہ وہ آپ جیسا انسان ہے بلکہ آپکی برادری میں سے ہے تو میں احکم الحاکمین کے فرمانوں کی بجا آوری میں کیونکر عذر کر سکتا ہوں۔ حالانکہ وہ تمام انسانوں کا خالق ہے اور سارے جہان اسی نے بنائے ہیں۔ (۱)

(بدھ سنگھ کے نام جوابی خط ۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۲۴۲ھ ۱۴ جنوری ۱۸۲۷ء)

(از سید احمد شہید، غلام رسول مہر ص ۳۶۴)

(۱) منظورہ صفحہ ۴۴ و ۴۳ مجموعہ مکاتیب۔

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۷۵۵

ذوالقعدہ ۱۴۱۴ھ   مئی ۱۹۹۴ء   جلد ۵   شمارہ ۵   قیمت فی پرچہ ۱۰/ روپے

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہ

مجلس ادارت

رئیس التحریر: سید عطاء المحسن بخاری

مدیر مسئول: سید محمد کفیل بخاری

رفقاءِ فکر

مولانا محمد عبدالحق مدظلہ

حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ

ذوالکفل بخاری ۔ قمر الحسنین

خادم حسین ۔ ابوسفیان تائب

محمد عمر فاروق ۔ عبداللطیف خالد

سید خالد مسعود گیلانی

زر تعاون سالانہ

اندرون ملک = ۱۰۰/ روپے   بیرون ملک = ۱۰۰۰/ روپے پاکستانی

رابطہ

دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان۔ فون: ۵۱۱۹۶۱

تحریک تحفظ ختم نبوّۃ (شعبہ تبلیغ) مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیلِ نو پرنٹرز مقام اشاعت: دار بنی ہاشم ملتان

آئینہ

اداریہ	دل کی بات	رئیس التحریر	۳
	نبی کا صحابی (نظم)	ابو الاسرار رمزی	۸
تحریک	یوم جہاد بالاکوٹ	حافظ احمد معاویہ	۹
	مجدد اعظم (نظم)	سید ابو معاویہ ابوذر بخاری	۱۴
دین و دانش	حفاظت حدیث کی عملی صورتیں	پروفیسر سید محمد شمس الدین	۱۹
تحقیق و تنقید	مظہری مغالطے	ابو ریحان سیالکوٹی	۲۵
نقطۂ نظر	رواداری کی آکاس بیل اور ہماری اقلیتیں	محمد صدیق شاہ بخاری	۳۳
چمن چمن اجالا	احرار اجتماعات کی روداد	نمائندگان نقیب	۳۹
طنز و مزاح	زبان میری ہے بات اُن کی	ساغر اقبالی	۴۴
بازگشت	اس جرم پہ مارا کہ گنہگار نہ تھا	محترمہ ایس ایس بخاری	۴۸
تبصرۂ کتب	حسن انتقاد	سید محمد ذوالکفل بخاری	۵۱
خطوط	حلقۂ احباب	قارئین	۵۳
اعلان	مجلس احرار اسلام کی رکنیت سازی مہم	ادارہ	۵۷
شاعری	کوئی چنگاری ۔ رنگ دنیا کا ۔	قمر الحسنین	۵۸
	گرد سفر	توصیف تبسم	۵۹
	رنگ چمن	پروفیسر محمد اکرام تائب	۶۰
	وجدانیات	مولانا عبد الکریم صابر	۶۱
	نذر عقیدت		۶۲

دل کی بات:

جمہوریت کی "مال گاڑی" بڑی برق رفتاری سے نامعلوم منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ قرائن سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ گاڑی اکیسویں صدی کے بلیک ہول میں بڑی شان و شوکت سے داخل ہو گی۔ شروع شروع میں تو غریب اور شریف لوگ اپنی سادگی اور بھولپن کی وجہ سے اس میں سوار ہوتے مگراسکے فوائد سامنے آنے پر اب صرف "مال دار" طبقہ ہی اس پر مستقلاً قابض ہے۔ اس گاڑی نے ملک اور قوم کو بے شمار فائدے پہنچائے اور ہنوز پہنچارہی ہے۔ چند فوائد عبرت کے طور پر پیش خدمت ہیں۔

بار بار کے انتخابات، جس میں کوئی فریق ہار ماننے کو تیار نہیں۔ اسمبلیوں کی بار بار تحلیل، مارشل لاء کی راہ ہموار کرنا۔ پھر اس کے خلاف جدوجہد کرنا۔ قوم کے سپوتوں کو اپنی اغراض کی بھینٹ چڑھا کر مروادینا۔ اپنی مرضی کے گورنروں کا تقرر اپنی مرضی کی صوبائی حکومتوں کا قیام۔ خلاف مرضی حکومتوں کا خاتمہ کرنا۔ کمر توڑ مہنگائی۔ ذخیرہ اندوزی، لوٹ مار، قتل و غارت گری، مساجد اور چوراہوں میں بم دھماکے، چوروں اور ڈاکوؤں کی پرورش ایک سیاست دان کی حیثیت میں اپنا فرض منصبی سمجھنا، میڈیا سے زنا کی عام دعوت کے لئے دلکش پروگراموں کی تشہیر اور ان پروگراموں میں ملک کی وزیراعظم اور دیگر سیاست دانوں کو بطور مہمانِ خصوصی مدعو کرنا۔ فحاشی و عریانی کے فروغ کے لئے سخت محنت کرنا، پولیس کے وحشیانہ اور انسانیت سوز مظالم، رشوت مسائل کا بہترین حل۔

انہڑ کیس، تاج کمپنی سکینڈل، ییلو کیب اور مہران بنک سے اربوں روپے ڈکار کر ملک کا نام روشن کرنا، قرآن و سنت اور انبیاء و رسل کی کھلی توہین کرنا۔ جو غیرت مند ان فوائد کا انکار کریں اور بغاوت کا اعلان کر کے ان کے خلاف زبان و قلم استعمال کریں۔ وہ رجعت پسند، ملاّ، دقیانوس اور جاہل قرار پاتے ہیں۔ اور جو لوگ ان خرافات کو من و عن تسلیم کر کے اس گاڑی میں سوار ہو جائیں وہ روشن خیال، ترقی پسند، انسان دوست اور محب وطن کہلاتے ہیں۔

قارئین! آپ خود فیصلہ کریں کہ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے؟ وطن عزیز میں کیا ہو رہا ہے اور اس کے ذمہ دار کون ہیں؟ فاعتبروا یا اولی الابصار

توہین رسالت قانون اور عدالت عالیہ کا فیصلہ

۲۶ اپریل کو لاہور ہائی کورٹ کے فل بنچ نے فیصلہ دیا ہے کہ "توہین رسالت" کا قانون آئین سے متصادم نہیں۔ دفعہ ۲۹۵ سی درست ہے۔ اس قانون کے خاتمہ سے لوگ موقع پر ہی بدلہ لیں گے۔"

توہین رسالت اور توہین قرآن کے حوالے سے ملک میں کئی واقعات رونما ہو چکے ہیں۔ اور ملک کی چھوٹی اور اعلیٰ عدالتوں میں مقدمات زیر سماعت ہیں۔ مگر جب امریکہ اور برطانیہ کے عیسائیوں کو خوش کرنے

کے لئے اس عمل بد اور بے غیرتی کو رواداری کے نام پر قبول کرنے کے لئے مسلمانوں کو مجبور کیا جائیگا۔ اور انصاف نہیں ملے گا۔ تو لازمی بات ہے کہ لاقانونیت کو فروغ ملے گا۔ اگر اس قانون پر روز اوّل سے سختی سے عمل کیا جاتا تو یقیناً ایسے واقعات کا اعادہ نہ ہوتا۔ عدالت عالیہ کی بات سو فیصد درست اور جراءت مندانہ ہے۔ کاش اس پر عمل بھی ہوسکے۔ شیخوپورہ روڈ کے حافظ سجاد فاروق اور منظور مسیح کے قتل اگرچہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہیں مگر بنیادی طور پر انصاف کا فقدان ہی ایسے واقعات کا سب سے بڑا سبب ہے۔ انسانی حقوق کے تحفظ کے نام پر ملک میں سرگرم تنظیمیں دراصل عیسائیوں اور یہودیوں کی ایجنسیاں ہیں اور انکا بدبودار موقف بھی ان واقعات کا ایک محرک ہے۔ جو لوگ خود انسانی حقوق پامال کر رہے ہوں۔ وہ ان کے محافظ کیسے ہوسکتے ہیں۔

منظور مسیح کا قتل:

۹ مئی ۱۹۹۳ء کو گوجرانوالہ کے نواحی گاؤں رتہ دوسٹر، کوٹ لدھا میں عیسائی اقلیت کے بعض افراد توہین رسالت کے قبیح جرم کے ارتکاب میں گرفتار ہوئے۔ مسلمانوں نے انہیں موقع پر پکڑا اور پولیس کے حوالے کر کے مقدمہ درج کرادیا۔ مارچ ۱۹۹۴ء میں ملزمان منظور مسیح، رحمت مسیح اور سلامت مسیح ہائی کورٹ سے ضمانت پر رہا ہوئے اور مقدمہ گوجرانوالہ سے سیشن جج لاہور کی عدالت میں منتقل کرانے میں کامیاب ہوگئے۔ مسلمانوں کی طرف سے مقدمہ کی پیروی کرنے والوں میں مولوی فضل حق، ماسٹر عنایت اور ان کے ساتھی پیش پیش تھے اور وہ قانونی چارہ جوئی کو ہی صحیح راستہ سمجھ کر اس سنگین مقدمہ کی پیروی کر رہے تھے۔

۵ اپریل ۱۹۹۴ء کے اخبارات میں اچانک یہ خبر شائع ہوئی کہ ملزمان لاہور میں پیشی سے فارغ ہوکر جا رہے تھے کہ ان پر نامعلوم افراد نے فائرنگ کردی ملزم منظور مسیح موقع پر ہلاک ہوگیا اور باقی ملزمان زخمی ہوگئے۔

اس خبر پر مختلف حلقوں کی طرف سے ردعمل بھی اخبارات میں شائع ہوا۔ مگر فادر جولیس کا بیان خاص طور پر توجہ کے قابل ہے۔ "منظور مسیح کا قتل مذہبی جنونیت ہے" فادر جولیس۔ (جنگ ۹ اپریل ۹۴)

کیا ہی اچھا ہوتا اگر جولیس صاحب انبیاء علیہم السلام اور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے "عمل" کو بھی کوئی نام دے دیتے اور توہین کرنیوالے کا بھی کوئی "مقام" متعین کردیتے ہم تو بلا تامل یہ کہیں گے کہ انبیاء و سرور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرنا ایک شیطانی عمل ہے۔ اور ایسا شیطانی عمل کرنے والا بلاشبہ شیطان ہے اور ایسی شیطانی بد عملی کو ختم کرنا ہر دین کا بنیادی

مقصد ہے بہتر تو یہ تھا کہ عیسائی حضرات ایسے فتنہ کو خود ہی دفن کر دیتے کہ فتنے کا ختم کرنا بہت ضروری ہے اور سیدنا مسیح مقدس علیہ السلام کی تعلیم ہی یہ ہے کہ آپ امن قائم کرنے کے لئے تشریف لائے تھے عیسائیوں کو بھی امن قائم کرنے کے لئے جدوجہد کرنی چاہیئے جیسی جناب مسیح مقدس

مقدس علیہ السلام نے جدوجہد فرمائی اور بقول مسیحی حضرات:

"سیدنا مسیح مقدس علیہ السلام اسی جدوجہد میں قربان ہو گئے اور اسی قربانی کے نتیجہ میں آپ کا کفارہ قبول بارگاہ ہوا اور یہ کفارہ اتنا عظیم الشان ٹھہرایا گیا کہ تمام مسیحیوں کے گناہوں کا بھی کفارہ اداء ہو گیا جیسے گندم کا ایک دانہ اپنے وجود کی قربانی وایثار سے سیکڑوں دانوں کو حیات بخشتا ہے۔"

عیسائی حضرات کے عقیدہ کے مطابق عیسائی خورد وکلاں کو یقین رکھنا چاہیئے کہ امن کی خاطر منظور مسیح کی قربانی سیکڑوں منظور مسیح جنم دے گی فادر یوئیس اور دیگر بشپ صاحبان کو منظور مسیح کی قربانی پر ناز کرنا چاہیئے اور قبولیت کی دعاء کرنی چاہیئے۔ کیونکہ........ "خداوند خدا کا حکم ہے کہ"

"اے فرزند میری فرماں برداری میں اپنی گردن جھکا دے"

ہر باشعور ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ اگر "منظور مسیح کا قتل مذہبی جنونیت" ہے تو کیا رسول اکرم ﷺ کی توہین کرنا مذہبی جنونیت نہیں؟

اُف یہ مہنگائی...............!

وزیر اعظم کا بیان ہے کہ۔

آٹے کی قیمت میں اضافہ سے ۱۰ فیصد آبادی کو فائدہ پہنچا ("پاکستان" ۸ اپریل ۱۹۹۴)

اس کے ساتھ ہی یہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ آٹے کی قیمت پر شہروں میں رہنے والی آبادی شور مچا رہی ہے۔ (شیر افگن، "پاکستان" ۸ اپریل ۹۴)

میں کیوں چپ رہوں کا خیال آتے ہی شاہ محمود نے انگڑائی لی اور گویا ہوئے۔

وقت ثابت کر دے گا کہ آٹے کی قیمت میں اضافے کا فیصلہ منصفانہ ہے (پاکستان ۸ اپریل ۹۴)

ن بیانات کو پڑھ کر ہمارے دل ودماغ پر جو منفی اثرات مرتب ہوئے وہ تو اپنی جگہ رہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان باتوں کے کہنے والے کون لوگ ہیں؟ جاگیر دار، کروڑوں اربوں روپوں

کے مالک اندھا دھند خرچ کر کے اقتدار تک خرید نے والے اور اس خواہش پر کروڑوں کا سیاسی جواء کھیلنے والے کہ ان کے اقتدار کا سورج کبھی نہ ڈوبے جیسے کبھی انکے سیاسی آقا کا سورج نہیں ڈوبتا تھا لیکن تاریخ گواہ ہے کہ اس کا سورج بھی ڈوب کے رہا اور ایسا ڈوبا کہ پھر نہیں ابھرا۔ ہاں سازش اور دولت کے ذریعے پاکستان میں فرنگی گماشتوں کا سورج ضرور طلوع ہوا لیکن ہمیشہ گھنایا ہوا اور اب بھی گھنایا ہوا ہے ان لوگوں کے پاس شرافت نام کی کوئی چیز ہوتی تو بار بار کی ذلت و ہزیمت سے سبق حاصل کرتے اور منہ چھپا کے گھر کی زینت بن جاتے مگر اس رسوائی کو بلکہ برسر بازار اور پیش یار رسوائی کو یہ لوگ جمہوریت کہ کے اس جگ ہنسائی کو نہ صرف قبول کرتے ہیں بلکہ اس اٹھا پٹخ اور دھینگا مشتی کو ہی زندگی سمجھتے ہیں ایسی مکروہ زندگی اپنانے والوں کو ان لوگوں کا حال کیا معلوم جن کے نزدیک شرافت اب بھی ایک بہت بڑی صفت ہے ایک بہت عظیم الشان قدر ہے اور شرافت سے زندگی کی کشتی کو کھینچنا بہت بڑی عظمت ہے یہ فرنگی گماشتے شریف لوگوں والی زندگی گزاریں تو ان کو معلوم ہو کہ صرف آٹا ہی مہنگا نہیں ہوا۔ سبزیاں، دالیں، چاول، چینی، نمک، مرچ، مسالہ، گھی، پیاز، لہسن اور دیگر اشیاء ضرورت تمام کی تمام اس قدر گراں ہو گئی ہیں کہ شریف آدمی کی قوت خرید دم توڑ گئی ہے یہ جو ہوٹلوں اور شاپنگ سنٹروں کی گھما گھمی ہے یا بڑی مار کیٹوں کی روشنیاں اور رونقیں ہیں یہ تو رشوت خوروں، سود خوروں، چوروں، لٹیروں، جاگیر داروں اور سرمایہ داروں کی وجہ سے اور ان نابکاروں اور حرام خوروں کی وجہ سے شراب و کباب و شاہد پر یزاد کی بڑی دکانیں اور محفلیں بھی شادو آباد ہیں ان بدمعاشوں حرام کاروں کی راتیں جاگتی اور دن سوتے ہیں کیا یہ لوگ پاکستان کی اکثر آبادی ہیں؟ کیا پاکستان انہی لوگوں کا نام ہے؟ کیا پاکستان بے نظیروں اور شاہ محمودوں کے لئے بنا تھا؟ نہیں ہر گز نہیں ایسے لوگوں کی زندگی تو تب بھی خطرے میں اور خوف سے باہر تھی جب پاکستان بنا تھا تب بھی شریف و باعزت لوگ لٹے اور موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے اور اب بھی شرفاء و معزز لوگ ہی مہنگائی کے عفریت بے نظیر کے چنگل میں ہیں۔

ربنالاتجعلنافتنته للذین کفروا(القرآن)

اے ہمارے رب ہمیں کافروں کے لئے آزمائش نہ بنا

نئی نسل اور پاکستان

پاکستان کی یونیورسٹیوں اور کالجوں سے جو لوگ ڈگریاں لے کر اور گاؤن پہن کر شادمانی اور فرحت کے گیت گاتے اور خوشیوں کے جھومر سجاتے ہیں اپنے تئیں یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے

پاکستانی تاریخ کو ایک نیا موڑ دیا ہے اور ایک نئی زندگی بخشنے کی طرح ڈالی ہے حقیقت یہ ہے کہ نئی نسل نئے اور حسین خیالات اور مضبوط عزم لے کر جب عملی زندگی میں قدم رکھتی ہے تو ان سے پہلی نسل جو مختلف مورچوں پر براجمان ہے نئے لوگوں کی ایک نہیں چلنے دیتی بات تک نہیں مانتی بلکہ وہ نسل خبیث جو خباثتوں اور ذلالتوں کا زیور سجا چکی ہے چاہتی ہے کہ نئے خیالات و نئے عزائم لئے آنے والی نسل بھی اسی زیور کو پہن لے اور ہر آنے والے کا ویسے ہی لہو چوسے جیسے جمہوریت کے دیگر فرزندان دوں نہاد چوس رہے ہیں اور جس رفتار سے وہ پہلی نسل شیطان کے بیٹوں کی طرح اپنے تیز اور نوکیلے دانتوں سے شریف پاکستانیوں کی لاشیں بھنبھوڑ رہی ہے نئی نسل بھی اس میں برابر کی شریک ہو جائے ورنہ ان کے لئے پاکستان میں کوئی گنجائش نہیں پچھلے تیس برسوں میں چند شریف لوگوں نے طبع آزمائی کی لیکن تبادلوں کی کثرت اور ترقیوں میں رکاوٹ نے ان کی کمر توڑ دی اور وہ ہار کے بیٹھ گئے کچھ باہمت لوگ ملک سے باہر مختلف ممالک میں جا بسے وہاں انہوں نے پاکستانی ڈگریاں دکھائیں تو کفار و مشرکین یہود و نصاریٰ انہیں دیکھ کر قہقہہ بلند کرتے اور پاکستانی ڈگریوں کو ہوا میں قہقہوں سمیت غائب کر دیتے لیکن وہ شریف پاکستانی پھر بھی ہمت نہیں ہارے اور وہاں ہر قسم کی مزدوری کی اور علم کے جہاد کو جاری رکھا خوب محنت کی اور لگاتار محنت...... جسکا صلہ انہیں کافروں سے تو مل گیا مگر اپنے پاکستان میں ان کے لئے کوئی جگہ نہ تھی نہ ہے۔ میں موجودہ حکمرانوں سے پوچھ سکتا ہوں کیا ہر نئی نسل کے ساتھ پاکستان کی یہی روایت دہرائی جائیگی اور یونہی ہوتا رہیگا؟ اور یونہی رہا تو اس کے نتائج کیا ہونگے کبھی سوچا؟

سنا اور دیکھا

پاکستان ٹیلیوژن سے ہم نے بھی سنا اور دیکھا شائد قارئین کرام میں سے بھی کچھ نے سنا اور دیکھا ہو کہ موجودہ حکومت بھی اسٹیبلشمنٹ کے زیر غور ہے کیونکہ کچھ ذہین فوجی آفیسرز نے وزیر اعظم سے بہت ہی نوکیلے انداز میں تیز لب و لہجہ سے سوالات کئے اور منجھی ہوئی وزیر اعظم سوچنے پر مجبور ہو گئی یہ بھی سنا اور پڑھا ہے کہ وزیر اعظم نے اپنے سابقہ دور میں راجیو کو سکھوں کے خلاف ثبوت اور معلومات مہیا کیں یہ بھی پڑھا ہے کہ مرزا اسلم بیگ، غلام اسحٰق خاں اور بے نظیر ایٹمی پروگرام رول بیک کر چکی ہیں اور اب آپ نے سلامتی کونسل سے پسپائی اختیار فرمائی نیز کشمیریوں اور مجاہدین پر بڑا احسان کیا جو کشمیر کی قرار داد ہی واپس لے لی اور اس پر انہیں اصرار ہے کہ وہ بہت کامیاب جا رہی ہیں انکا دعویٰ ہے موجودہ حکومت مضبوط ہے۔

لیکن ہم نے یوں سنا ہے کہ صاحب زادہ یعقوب علی خان، محبوب الحق اور معین قریشی بھی کاکڑ صاحب کی واپسی کے ساتھ ہی امریکہ سے واپس آئے ہیں اللہ کے علم میں ہے۔ یہ سب کچھ دیکھا سنا اور پڑھا ہوا سچ ہوتا یا----------

واللہ خلقکم وماتعملون (القرآن)

اللہ نے تمہیں بھی پیدا کیا اور جو کچھ تم کرتے ہو

ابوالاسرار رمزی

نبی ﷺ کا صحابی رضؓ

بیاباں کی تپتی زمیں سے گزرتا
چٹانوں کے سینہ پہ چڑھتا اترتا
شہادت نہ ملنے پہ افسوس کرتا

چلا جا رہا ہے نبی کا صحابی

گلے میں حمائل مقدس صحیفہ
زباں پہ ھوالقاھر کا وظیفہ
سفر کر رہا ہے زمیں کا خلیفہ

چلا جا رہا ہے نبی کا صحابی

جبیں پر پسینے کی موج آفتابی
لبوں پر تبسم گلابی گلابی
نظر انقلابی، قدم انقلابی

چلا جا رہا ہے نبی کا صحابی

حافظ احمد معاویہ

یوم جہاد بالاکوٹ - ۶ ر مئی

آج چھے مئی (انیس سو چورانوے) اور چوبیس ذوالقعدہ (چودہ سو چودہ) ہے۔ یہ جمعۃ المبارک کا دن ہے۔ آج سے ایک سو تریسٹھ برس قبل، بالکل ایسا ہی ایک دن تھا۔ جمعہ کا دن، چھے مئی (اٹھارہ سو اکتیس) اور چوبیس ذوالقعدہ (بارہ سو چھیالیس)۔۔۔۔۔۔ لیکن یہ بالاکوٹ کی سرزمین پر طلوع ہونے والا غیر فانی دن تھا۔ مانسہرہ کا ایک قصبہ ۔۔۔۔۔ بالاکوٹ! دو شہزادے دو سپہ سالار، ایمان و یقین اور جہد و عمل کی دو متحرک تصویریں۔ اور ادھر دیکھیے۔ وہ سامنے دو شمعیں فروزاں ہو گئیں۔ جی ہاں یہ سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید ہیں۔

ہندوستان میں سرمایہ ملت کے نگہبانوں میں مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی محتاج تعارف نہیں۔ پھر انکے بعد شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والاصفات مانند آفتاب ابھری اور ایک طویل دور گراں خوابی پر عالم نزع طاری ہوا۔ بقول علامہ اقبال "وہ صحیح معنوں میں ہماری نشاۃ الثانیہ کے نقیب ہیں۔ ایک ایسے دور میں دین "قیم" کی تعلیم، تفہیم، تشریح، تفسیر اور تبلیغ کے فرض کی ادائیگی میں مشغول ہوجانا کہ جب علم کی کمی، ذوق کی محرومی، جہد کی نامرادی، ایثار کے فقدان استقامت کی جانکنی اور افکار و اعتقادات کی پراگندگی اپنے پورے عروج پر تھی۔ یقیناً بہت بڑا جہاد بلکہ سب سے بڑا جہاد تھا۔ یہی وہ وقت تھا جب انگلستان کے سفید ریچھ نے اپنے سامراجی عزائم کا بھیانک اور مکروہ رخ پوری طرح بے نقاب کر دیا تھا۔ تب شاہ ولی اللہ کی تحریک جہاد۔ اس طوفان بدتمیزی اور ہوس ملک گیر کے خلاف اولین اور شدید ترین رد عمل کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید اسی ولی اللہی مکتب کی زندہ کرامتیں اور مجسم فیضان نظر تھے۔ آج ہم انکی جدوجہد آزادی، جہادی مساعی اور روداد شہادت کا تذکرہ کرتے ہیں تو یوں کہ جیسے یہ درخشاں حوالے ہماری نہیں کسی اور کی تاریخ کا حصہ ہیں۔ سوچیئے! ایسا کیوں ہے؟

اٹھارویں صدی عیسوی کی ابتدا تک انگریز بہادر تقریباً تمام برصغیر پر قابض ہو چکا تھا اور اس بات کا اعلان عام ہو چکا تھا، خلق خدا کی، ملک بادشاہ سلامت کا، حکم کمپنی بہادر کا، اس دور سیہ بختی میں ہر طرف بد امنی ولوٹ مار کا بازار گرم تھا۔ بڑے بڑے امراء، روسا، نواب اور والیان ریاست انگریز کے باجگزار اور نان جویں کے محتاج نظر آتے تھے شرفاء اپنی عزت و عصمت کو بغل میں دابے در در کی خاک چھان رہے تھے۔ اشیاء ضرورت اس وقت کے مقابلہ میں آسمان کو چھو رہی تھیں غرباء کا تو ویسے ہی کوئی پرسان حال نہ تھا۔ بعض علاقوں میں تو غریب لوگوں نے اپنی زندگی کا سلسلہ آگے دھکیلنے کے لئے بیٹیوں تک کو گروی رکھ چھوڑا تھا پنجاب میں رنجیت سنگھ نے اندھیر نگری چوپٹ راج کا نفاذ کر رکھا تھا سکھ فوجیوں کو عام اجازت تھی کہ جس گھر سے چاہیں اپنے کھانے کا سامان لے سکتے ہیں اور اس سب لوٹ مار کا نشانہ مسلمان تھا یہ حالات و واقعات امام شاہ ولی اللہ کی زندگی میں ان کی چشم بینا کے سامنے بیت رہے تھے جس سے ایک طرف آپ کے قلب حساس میں وطن کی بربادی کا درد تھا وہیں دوسری طرف آپ اسباب مرض کی تلاش اور فکر علاج میں مشغول تھے اسی اضطراب اور بے چینی میں آپنے اصلاحی جدوجہد شروع کی۔

حضرت امام ولی اللہ فوجی انقلاب کے حامی تھے مگر ایسا انقلاب جو اصول جہاد اور طریق نبوی پر مبنی ہو۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا انقلاب پیشہ ور سپاہیوں کے ذریعے برپا نہیں ہو سکتا بلکہ ان رضاکاروں کے ذریعے ہو سکتا ہے جو نصب العین کو خوب سمجھتے ہوں۔ اصلاحی نظریات پر پہلے سے اپنے آپ کو ہموار کر لیا ہو۔ اس کے بعد اپنے نصب العین کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے خود کو موت کی آغوش میں دینے کے لئے آمادہ و تیار ہوں۔

مگر حضرت شاہ صاحب کی زندگی نے وفا نہ کی اور وہ اس عالم فناء سے عالم بقا کی طرف کوچ کر گئے۔ آپ کے بعد آپ کے خلف اکبر حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے نبوی تعلیمات اور ولی اللھی تشریحاتؒ کے مطابق اس کام کو آگے بڑھایا۔ اپنے شاگردوں اور مریدوں کو اس انقلاب کے لئے تیار کیا۔ ہندوستان کے دار الحرب ہونے کا فتویٰ دیا جس نے مسلمانوں میں خصوصاً اور دیگر اقوام ہند میں عموماً انگریز کے خلاف ایک نیا جوش، ولولہ، اور جذبہ جہاد دیا۔ ۱۸۱۸ء تک انگریز ہندوستان پر مکمل طور پر قابض ہو چکا تھا۔ اب کوئی نہیں تھا جو انگریزی اقتدار کے سامنے خم ٹھونک کر ٹھہر سکے۔ البتہ ایک ایمانی طاقت تھی جو کسی طرح انگریز سامراج کے سامنے سر جھکانے کو تیار نہ تھی۔ یہ وہی طاقت تھی جس کے حامل افراد کی تربیت شاہ ولی اللہ کے افکار و نظریات پر ہوئی تھی۔ جس کا نصب العین "۔ فک کل نظام۔" یعنی (مکمل اور ہمہ گیر انقلاب) ایک عرصہ پیشتر قرار دیا جا چکا تھا۔ مایوسیوں اور تاریکیوں کی اس شب سیاہ میں اس طاقت کے بوڑھے امیر حضرت شاہ عبدالعزیز نے اپنی تمام ترضعیفی، ناتوانی بڑھاپے اور سب سے بڑھ کر نابینا ہو جانے کے باوجود ڈگمگانا اور پیچھے ہٹنا گوارا نہ کیا۔ انقلاب کا ایک مکمل پروگرام بنایا اپنے متعلمین، مریدین اور معتقدین و متوسلین کی صلاحیتوں کا جائزہ لے کر ذمہ داریاں ان میں تقسیم کر دیں۔ ایک گروپ بنایا گیا جس کی قیادت حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کے سپرد کی گئی۔ مولانا عبدالحی اور مولانا اسماعیل اس گروپ کے اہم ترین رکن اور حضرت سید احمد شہید کے مشیر خاص قرار دیئے گئے۔ اس گروپ کو درج ذیل امور کی ذمہ داری سونپی گئی۔

۱۔ ملک میں دورہ کر کے روح انقلاب پیدا کریں۔

۲۔ رضاکار بھرتی کریں۔ ان کو فوجی ٹریننگ دیں۔

۳۔ دیگر ممالک سے رابطہ کریں۔

۴۔ آخری مرحلہ پر جنگی کاروائی کریں۔

دوسرا گروپ جس کی زمام کار خود حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے سنبھالی اور اپنے سن رسیدہ شاگردوں، اور مریدین کو اس کارکن بنایا۔ اس گروپ کے ذمے، مرکز کو سنبھالنا، تعلیم و تربیت کو شاہ ولی اللہ کے طریق پر جاری رکھنا۔ مالیہ فراہم کرنا، اور جب اول الذکر گروپ محاذ پر پہنچ جائے تو ملک کی عمومی فضا کو ہموار بنانا تھا۔

حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ ۶ صفر ۱۲۰۱ھ بمطابق ۲۹ نومبر ۱۷۸۶ء کو رائے بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپکا خاندان اپنے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور طریقت و ارشار میں اپنی مثال آپ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام ولی اللہ بھی آپ کے جد امجد شاہ علم اللہ کی خانقاہ سے وابستہ تھے۔

سید احمد شہید رحمہ اللہ کو باوجود علم و عمل اور تحریر و تقریر اور زہد و ورع کے دیگر حاملین کی موجودگی میں اس بار قیادت کی فوقیت دی گئی کہ آپ نے نواب آف ٹونک کی فوج میں رہ کر جنگ کا جو عملی تجربہ حاصل کر لیا تھا کسی

اور کو حاصل نہ تھا۔ اس کے علاوہ سید شہید روحانی کمالات میں اتنے بلند تھے کہ ان کے ہم پلہ کوئی نہ تھا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے تمام شاگردوں اور عزیزوں کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ سید صاحب سے بیعت ہو کر کسب فیض کریں۔ اور بقول ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر۔ "ان کے مرید، ان کی روحانی فاضلیت تسلیم کرتے ہوئے ان کے ادنیٰ سے ادنیٰ کام کو بخوبی سر انجام دیتے تھے۔ اور صاحب جاہ علماء (مولانا عبدالحی، مولانا محمد اسماعیل، مولانا عنایت علی، مولانا ولایت علی وغیرہ) عام خدمت گاروں کی طرح ان کی پالکی کے ساتھ ننگے پاؤں دوڑنا اپنے لئے فخر سمجھتے تھے۔"

حضرت سید احمد شہید کو جو کام سونپا گیا تھا۔ اس کا تقاضا تھا کہ سب سے پہلے عامۃ الناس کے عقائد کی اصلاح کی جائے۔ ان کے اندر جو رسوم و رواج بزعم خود عقیدہ بن کر جڑ پکڑ چکے ہیں۔ ان کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا جائے۔ انسانی بھائی چارہ قائم کیا جائے۔ اور اونچ نیچ، ذات پات کے جراثیم دماغوں سے نکال پھینکے جائیں۔ ان میں رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو عام کیا جائے۔ چنانچہ اسی مقصد کی خاطر حضرت شاہ عبدالعزیز نے ان کو روانہ کیا کہ وہ ملک کے طول و عرض میں سفر کریں۔ اور لوگوں کو آئندہ انقلاب کے لئے آمادہ تیار کریں۔ مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

امام عبدالعزیز نے سید احمد شہید کے بورڈ کو پہلی دفعہ ۱۲۳۱ھ میں بیعت طریقت کے لئے اور دوسری دفعہ بیعت جہاد کے لئے بھیجا۔ اور اس کے بعد سارے قافلے کو حج پر بھیجا تاکہ ان کی تنظیمی قوت کا اندازہ ہو جائے۔

جب یہ قافلہ ۱۲۳۹ھ میں واپس آیا تو امام عبدالعزیز فوت ہو چکے تھے۔ سید احمد شہید نے پہلا دورہ ۱۲۳۱ھ میں دہلی سے رائے بریلی اور رائے بریلی سے بنارس اور لکھنو تک فرمایا۔ تقریباً ۱۲۳۴ھ میں واپسی ہوئی۔

سید احمد شہید نے جو دورے ہندوستان کے مختلف مقامات پر فرماتے انکے متعلق پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ ان کا بنیادی مقصد عامۃ الناس کے عقائد کی اصلاح تھا۔ اور آئندہ انقلابی اقدام کے لئے لوگوں اور ہمراہیوں کو عملی طور پر تیار کرنا مقصود تھا۔ چنانچہ اس دوران خود بھی فوجی وردی میں ملبوس اور اسلحہ سے لیس رہتے تھے۔ اور آپ کے مریدین بھی۔ ! جنگی فن کی اہمیت کے متعلق خود فرمایا۔ "ان دنوں دوسرا کام اس سے افضل در پیش ہے۔ اب اسکی طرف ہمارا دل مشغول ہے۔ یعنی جہاد فی سبیل اللہ، اس کے سامنے حال کی کچھ حقیقت نہیں۔ اس لئے وہ کام یعنی (سلوک) اس (جہاد) کے تابع ہے۔ اگر کوئی شخص تمام دن روزے رکھے تمام رات زہد و ریاضت میں بسر کرے، یہاں تک کہ نوافل پڑھتے پڑھتے پیروں پر ورم آجائے اور دوسرا شخص جہاد کی نیت سے ایک ساعت، دن یا رات کو رنجک اڑائے تاکہ وہ مقابلہ کفار میں بندوق لگاتے وقت آنکھ نہ جھپکے تو وہ عابد اس مجاہد کے مرتبے کو ہرگز نہ پہنچے گا" اسی وقت سے سید احمد شہید کے ارادت مندوں کا زیادہ وقت حصول فنون حرب میں صرف ہونے لگا۔ جبکہ اس سے قبل یا تو ارادت مند گردن ڈالے عالم سکوت میں رہتے، یا کمبل اوڑھ کر مسجد کے کونے میں بیٹھ جاتے یا چادر لپیٹ کر حجرے میں گھس جاتے حضرت سید احمد شہید حج سے واپسی کے بعد خالصتاً جہاد کی تیاری میں مشغول ہو گئے تھے۔ اور شب و روز اس عالی مقصد کے لئے صرف کر رہے تھے۔ ڈاکٹر ہنٹر لکھتا ہے۔ (حج سے واپسی کے بعد) "امام صاحب کی اندرونی کیفیات میں جو تبدیلیاں ہوئیں انکا علم ان کو یا صرف خدا کو ہے۔ لیکن یہ یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ اب

انکی زندگی کا مقصد صرف مرید بنانا ہی نہ تھا بلکہ یہ مقصد اصلی کو پورا کرنے کا محض ابتدائی ذریعہ تھا۔"

بہر حال جب فوجی طاقت فراہم ہو گئی اور ساتھیوں کی تربیت بھی مکمل ہو گئی تو ۱۲۴۱ھ مطابق ۱۸۲۶ء میں آپ نے وطن عزیز کو خیرباد کہہ کر آزاد قبائل کا ارادہ کیا۔ مگر پنجاب کے راستہ سے گزرنا مشکل تھا۔ کیونکہ یہاں سکھوں کی حکومت قائم تھی۔ اس لئے آپ راجستھان سے ہوتے ہوئے سندھ پہنچے اور وہاں سے قندھار پھر کابل سے ہوتے ہوئے ہندوستان کی شمال مغربی سرحد میں داخل ہو کر پنجتار کے علاقہ میں اپنا مرکز قائم کیا۔ سرحد میں آپ کے داخل ہوتے ہی بعض خوانین کو اپنی سرداریاں ختم ہوتی نظر آئیں۔ جس کی وجہ سے بعض لڑائیاں بھی پیش آئیں۔ بعض علاقے مفتوح ہوئے۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد ۱۲۴۲ھ، ۱۸۲۷ء میں عارضی حکومت قائم کر دی گئی۔ سول اور فوج کے محکمے اور عدل و انصاف کے حصول کے لئے باقاعدہ عدالتیں جاری ہوئیں۔ قاضی القضاۃ حضرت شاہ اسماعیل شہید کو بنایا گیا۔ شریعت اسلامیہ کے مطابق فیصلے ہونے لگے۔ عامۃ الناس کی اخلاقی نگرانی کے لئے محکمہ احتساب بھی قائم کیا گیا۔ سید احمد شہید اس حکومت میں امیر مقرر ہوئے۔ ساتھیوں نے باضابطہ بیعت امیر کی۔ قافلہ والوں کے علاوہ اس علاقہ کے پٹھانوں نے بھی وفاداری کا عہد و پیمان کیا۔ ظاہر ہے کہ اس حکومت کے قیام سے سید صاحب کا اپنا ذاتی اقتدار مقصود نہ تھا۔ بلکہ صرف "اعلاء کلمۃ الحق" مقصود تھا۔ جیسا کہ ان کے مکتوب سے ظاہر ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

خدا گواہ ہے کہ ہمارا منشا نہ دولت جمع کرنا ہے۔ نہ اپنی حکومت قائم کرنا ہے۔ ہم خدائے بزرگ و برتر کے ناچیز بندے ہیں۔ نہ بندگان خدا پر جبر و قہر کا کوئی وسوسہ ہمارے دل میں ہے اور نہ کسی کی حکومت چھین لینے کا جذبہ۔ ہمارا منشا وطن آزاد کرانا ہے۔ اور بس! اور یہ اس لئے کہ تقاضائے مذہب یہی ہے اور اسی میں رضا مولیٰ ہے۔

حضرت شہید نے جو عارضی حکومت قائم کی اس کی مقبولیت کا اندازہ یہاں سے لگایا جاسکتا ہے۔ کہ ابھی آزاد حکومت قائم ہوئے چند ہفتے گذرے تھے کہ "جنگ سیدو" کے موقع پر آپ کے ساتھ مجاہدین کی جمعیت ایک لاکھ کے قریب تھی۔ یہ حکومت ۱۸۲۷ء کو قائم ہوئی اور ۱۸۳۱ء تک قائم رہی۔ یہ چار سال سے کچھ زائد عرصہ بنتا ہے۔ اس دوران مختلف واقعات و حوادث پیش آئے۔ سرحد کے خوانین کی غداری اور بے وفائی کے باعث حضرت سید صاحب کو متعدد بار اپنا مرکز تبدیل کرنا پڑا۔ سرحد کے بعض سرداروں نے آپ کے رفقاء کو قتل کرادیا۔ خادے خاں جو پہلے سید صاحب کی معیت میں پیش پیش تھا اس نے محض اس بنا پر غداری کر دی کہ وہ خادے خاں کے پرانے دشمن فتح خاں رئیس پنجتار اور اشرف خاں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرتے تھے۔ جیسا کہ خادے خاں کے ساتھ۔ سب سے بڑا حادثہ جو سید صاحب کو پیش آیا وہ یہ کہ ایک رات "اہل سمہ" نے نمازیوں پر اچانک حملہ کر کے ایک کثیر تعداد کو شہید کر دیا۔ صرف اس وجہ سے کہ یہ لوگ ہم سے عشر کیوں وصول کرتے ہیں اور نماز کا کیوں کہتے ہیں۔ سید احمد شہید جو پیکر حلیم و صبر تھے۔ کبھی حالات کی ناسازگاری اور شدائد کے ہجوم سے متاثر نہ ہوئے تھے اہل سمہ کی بد عہدی و شقاوت نے آپ پر اتنا اثر ڈالا کہ اس ملک میں قیام سے بیزار ہو گئے۔ اور ایک روایت کے مطابق سندھ کو اپنا مرکز بنانے کا ارادہ کیا۔ سید احمد شہید چاہتے تو اہل سمہ سے انتقام لے سکتے تھے مگر فرمایا۔

"اس سیاست سے ہماری غرض یہ نہ تھی کہ صاحب ملک و جاہ بن جائیں۔ محض اللہ کے بندوں کی تادیب و تہذیب چاہتے تھے۔ اب ہم انہیں منتقیم حقیقی کے انصاف پر چھوڑتے ہیں۔ اور بقیہ رفیقوں کے ساتھ دوسرے ملک کا راستہ

بیتے ہیں۔ ہم اپنا وطن چھوڑ چکے ہیں۔ جہاں کہیں صادق القول لوگ مل جائیں گے مقیم ہو جائیں گے۔"

اس وقت پنجتار میں قیام تھا۔ یہاں سے پھر ہجرت کی اور بالاکوٹ میں قیام کیا۔ جن دنوں یہاں پہنچے تو برف باری کی وجہ سے کاروبار جہاد ممکن نہ تھا مئی کا مہینہ آیا تو برف باری بند ہوئی۔ اور لشکروں میں حرکت آنے لگی۔ رنجیت سنگھ کا ولی عہد شیر سنگھ بالاکوٹ سے چند میل کے فاصلے پر بیس ہزار فوج کے ساتھ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ مگر سید احمد شہید کا لشکر ایسے مقام پر تھا کہ جہاں مخالف لشکر کا پہنچنا ناممکن تھا۔ شیر سنگھ نے حملہ کرنا چاہا مگر راستہ نہ ملنے کے باعث واپس ہو رہا تھا۔ کہ کسی غدار نے ایک نہایت مخفی راستہ کا پتہ بتادیا۔ شیر سنگھ یا خالصہ کے لئے ہی نہیں بلکہ پورے سامراج کے لئے فتح و کامرانی کا نشان مل گیا۔ ابھی سید صاحب کو خبر بھی نہ ہوئی تھی کہ راستہ کی چوکی کے محافظ دستوں کو جام شہادت نوش کراتے ہوئے۔ خالصہ کی ٹڈی دل فوج مجاہدین کے سروں پر پہنچ گئی۔ صرف ایک دلدل بیچ میں تھی جو دست بدست جنگ کے لئے آڑ تھی۔ سید صاحب نے ہمت مردانہ سے آڑ کو پھاندا۔ مولانا شاہ اسماعیل اور دیگر جانباز ساتھی گھوڑے پھاند کر غنیم کے لشکر میں پہنچ گئے۔ خالصہ لشکر اتنا زیادہ تھا کہ یہاں شجاعت بہادری کام نہ آسکی اور نہ ہی اپنی فوج پر کنٹرول قائم رہ سکا۔ سید احمد بریلوی اور مولانا شاہ اسماعیل اور دوسرے سینکڑوں ساتھی شہید ہوئے۔ اور جو باقی رہے وہ ایسے منتشر ہوئے کہ شہیدوں کی تجہیز و تکفین بھی نہ کر سکے۔ تاریخ

آزادی کا یہ ہولناک اور وحشت انگیز حادثہ ۲۴ ذوالقعدہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو پیش آیا۔ مولانا غلام رسول مہر سیرت سید احمد شہید میں رقمطراز ہیں "اس طرح غیرت و حمیت دین کا وہ شہسوار اور رضائے باری تعالیٰ کا وہ علم بردار اس دنیا سے رخصت ہوا جس نے ہندوستان کے اندھیرے میں عشق حق کا چراغ روشن کیا۔ جس نے حصار اسلامیت کی تشیید و استحکام کے لئے اپنا اور اپنے رفیقوں کا خون حیات بے دریغ پیش کر دیا۔ سید احمد شہید نے صرف اسی غرض سے جہاد کے لئے قدم اٹھایا کہ کلمہ حق کا پرچم بلند ہو۔ اسلام کا غلبہ اوج کمال کو پہنچ جائے۔ بندوں کا پیمان عبودیت معبود حقیقی کے ساتھ از سر نو استوار ہو جائے۔ صرف ایک تڑپ تھی اور اشتیاق تھا کہ خدائے بزرگ و برتر کی خوشنودی حاصل ہو جائے بہت کم افراد ہوں گے جنہوں نے للہیت کے اس مقام پر کھڑا ہونا پسند کیا ہو جس پر امیر المومنین سید احمد شہید کی حیات طیبہ کا ایک ثانیہ بسر ہوا۔ اور جس پر ثبات و استقامت میں حضرت شہید نے اس خندہ پیشانی سے شہادت کو قبول کیا ہو۔

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عَلِیٍّ۔ رضی اللہ عنہ ۔ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: من سب الانبیاء قتل ۔! ومن سب اصحابی جلد ۔!

جو شخص انبیاء علیہم السلام کو بُرا کہے اُس کو قتل کر دیا جائے! اور جو شخص میرے صحابہ کو گالی بکے۔ اُس کی دُرّوں سے پٹائی کی جائے۔!

مجدّدِ اعظم

ہدیۂ زہیدہ بحضور امامت پناہ، سیادت پائیگاہ، قائدِ انقلابِ اسلامی، مجددِ اعظم، مجاہدِ جلیل امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین سیدنا حضرت سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

یہ طویل نظم یوم شہداء بالاکوٹ، ۲۴ ذوالقعدہ ۱۳۲۹ھ مطابق ۸ ستمبر ۱۹۵۱ء بروز جمعہ المبارک، "مرکزی نادۃ الادب الاسلامی" پاکستان، ملتان کے اجلاس عام میں جانشین امیر شریعت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری نے پڑھی۔ اس اجلاس میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ بھی شریک ہوئے اور مکمل سرپرستی فرمائی۔ ایک تاریخی یادگار کے طور پر ہم اسے ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں۔ (مدیر)

عزمِ تجدید تاسیس سے کم نہیں، تو امامت کی تجسیم بن کر اٹھا!
ارضِ مشرق کے تاریک ماحول میں، نورِ ایقاں کی تقویم بن کر اٹھا
تیری جہدِ نوی دینِ محکوم کی، برتری کا نرالا سا پیغام تھی
تیری آواز بھی تشنہ ارواح کو بادۂ حق پژوہی کا اک جام تھی
تیرے کردارِ محکم کی تحریک سے سرد سینوں میں پھر دل دھڑکنے لگے
تیرے عزمِ مصمم کی تسخیر سے ذرے خورشید بن کر دمکنے لگے
تیری تبلیغ تھی ورثۂ انبیاء، تیری تعلیم سنت کی تجدید تھی
تیری تحریک تھی انقلاب آفریں اور قیادت خلافت کی تقلید تھی
تیرے نورِ تقدس کی تاثیر سے معصیت کا کلیجہ بھی چھلنی ہوا
تیری روحِ تجدد کی تسخیر سے جادوئے شرک و بدعت ہوا ہو گیا
تیری جانکاہیوں اور جگرسوزیوں سے، منور ہوئی شمعِ ایقان پھر
تیری خوں پاشیوں اشک افشانیوں سے ہوئی بارور کشت ایمان پھر
تیرے پیغمبرانہ اٹل عزم نے گردشِ دہر کا رخ بدل ہی دیا
تیری للکار کی گونج سے کفر والحاد وطاغوت کا دل دہلنے لگا
تیرے ہاتھوں سے احیاء و تنفیذِ دیں، دینِ حق کی صداقت کا اعجاز تھا
تیرے ہاتھوں یہ تغییر تاریخ میں ارتقاءِ شریعت کا اک راز تھا
تو فناءِ رضاءِ خدا و نبی، تیرے پیرو صحابہؓ کے تھے جانشیں
سب کے حسنِ خلوص و جمالِ عمل سے ہوئی یہ زمیں مثلِ خلدِ بریں
سونی راہوں پہ تو نے جو رکھا قدم، سوکھے کانٹوں سے گلشن ہویدا ہوئے
سوختہ وادیوں پہ جو ڈالی نظر خشک صحرا سے کوثر ابلنے لگے

تیری آمد طلوعِ مہرِ زندگی، تیرا جانا قیامت سے کچھ کم نہ تھا
دیں کے غدار کچھ تیرے قاتل بنے ورنہ کچھ بھی تو اس موت کا غم نہ تھا
تو نے جامِ شہادت کیا نوش جب لوگ سمجھے کہ حق بھی فنا ہو گیا
درحقیقت وہ اک عہدِ ایثار تھا لاج تو نے رکھی وہ وفا ہو گیا
پر یہ ناداں تو یہ بھی سمجھ نہ سکے، حق کے مٹنے کا کوئی زما نہ نہیں
حق چھپے گا سہی، پر مٹے گا نہیں وہ تو باطل ہے جس کا ٹھکانا نہیں
جو بھی تھے بے بصر، جو بھی تھے بے خبر، دیکھ لیں، جان لیں، دیں کے اعجاز کو
خفتہ ارواح پھر آج بیدار ہیں، سوز سے زندگی مل گئی ساز کو

....

آج پھر تیری یادِ کہن کے حسیں نقش فریاد بن کے ابھرنے لگے
آج پھر تیرے خاموش نغمات کی لے پہ سر مست غازی بپھرنے لگے
آج پھر تیری مظلومیوں کی کسک، جذبۂ انتقام آفریں بن گئی
تیرا پاکیزہ خوں جب ہوا گل فشاں یہ زمیں گلشنِ احمریں بن گئی
تیرے خونِ مطہر کی تعطیر سے آج تک ارضِ سرحد ہے عنبر فشاں
تیرے جسمِ مقدس کی تنویر سے چرخ مشہد ہے ابتک ستارہ چکاں
تیرے ذکرِ حسیں کا دیا کر کے روشن ترے پاس فریاد لایا ہوں میں
دین و قرآنِ مہجور کی بے کسی کی جگر دوز رو داد لایا ہوں میں
وہ جو مسجد میں اور خانقا ہوں میں ہیں آکے پھر ان میں روحِ عمل پھونک دے
آکے گم کردہ راہوں کا بن رہنما، تشنگی کو مٹا جامِ تسکین سے
پھر سے پندارِ باطل ملا خاک میں پھر قیادت کا آکے علم چھین لے
پھر قیادت امامت کی تجسیم بن پھر خلافت کو شاہی پہ تمکین دے

....

آج پھر تیرے محکوم و مظلوم ساتھی، لہو اور پسینے میں آلودہ ہیں
آج پھر ملک و ملت کے غدار تختِ شہی پر بصد ناز آسودہ ہیں
آج پھر تیرے جاں باز ہیں مبتلیٰ اور چمر قند میں محوِ پیکار ہیں
آج پھر کچھ فدا کار، حق گوئی پر گولیوں سولیوں کے سزا وار ہیں

پھر بھی مایوس ہوں تو گنہگار ہوں، مژدۂ فتح حق جب مرے پاس ہے
مجھ کو اس تیرہ و تار ماحول میں اک درخشندہ منزل کا احساس ہے
آج پھر تیرے پیغام کی آتشیں لہر مردہ دلوں کو جلانے لگی
آج پھر تیری تاثیرِ جوشِ عمل زندگی کی حرارت بڑھانے لگی
پھر حیاتِ نوی رقص کرنے لگی پھر عزائم کا طوفاں امڈنے لگا
پھر اجالے کے تیروں سے منہ توڑ کر تہ بہ تہ سب اندھیرا سمٹنے لگا
پھر سے ذروں میں خاور چمکنے لگے پھر سے قطروں سے دریا جھلکنے لگے
پھر سے کانٹوں میں غنچے چٹکنے لگے، پھر سے جنگل بیاباں مہکنے لگے
عہد ماضی میں کچھ کشتکاروں نے یاں بیج بوئے تو سینچا انہیں خون سے
اب وہ بن کے گلاب وسمن نسترن اگ رہے ہیں تعامل کے قانون سے
تیرے پیرو، جبینوں سے جنکی عیاں انقلابِ حجازی کی تنویر ہے
انکی قسمت میں ہے انقلابِ قیادت، مقدر میں عالم کی تسخیر ہے
ان کی نظروں کا مقصد کوئی منطقہ یا قبیلہ نہیں نوعِ انسان ہے
ان کی کوشش کامقصد کوئی دنیوی جاہ ومنصب نہیں حق کا رضوان ہے
پھر سے آیاتِ فطرت، احادیثِ قدسی وہ کوچہ بکوچہ سنانے لگے
وہ ہدایت کی شمعیں جلانے لگے، معصیت کے جہنم بجھانے لگے
وہ نیا دور تعمیر کرنے لگے وہ عناصر کی تسخیر کرنے لگے
دورِ حاضر کے خاکوں میں صدیقؓ و فاروقؓ کے عہد کا رنگ بھرنے لگے
انکا زندہ شعور عہدِ نبوی کی زر پاش کرنوں شعاعوں سے معمور ہے
آج پھر ایشیا کی فضا ان کے نغماتِ پائندہ کی لے سے مسحور ہے
ان کے جوشِ تہور سے بر خود غلط قائدینِ غوی کپکپانے لگے
ان کے شورِ بغاوت سے قصر ضلالت کے مینار بھی تھرتھرانے لگے
انکی بے باک پیغمبرانہ مساعی سے ابلیسِ افرنگ مبہوت ہے
انکی نصفِ صدی کی مسلسل ریاضت پہ حیران عیار طاغوت ہے
اب توکمزوروکمترمولے بھی شاہیں کی قوت سے پنجہ لڑانے لگے
اب تو نادارو مفلس بھی شاہنشہوں کجکلا ہوں کو نیچا دکھانے لگے

جاں سپارانِ حق پھر مصائب کی صبر آزما گھاٹیوں سے گزرنے لگے
عافیت کوشیوں سے گریزاں ہوئے پھول کانٹوں میں پھر سے بکھرنے لگے
پھر سے غازی سروں پہ کفن باندھ کرپے بہ پے سوئے جنگاہ جانے لگے
پھر سے جاں باز بدرواحد کی طرح غلبۂ دیں کا سکہ جمانے لگے
وہ سسکتی، بلکتی ہوئی آدمیت کی آزردگی کا مداویٰ بنے

وہ ایامیٰ، یتامیٰ، مساکین و بیوہ کی بیچارگی کا سہارا بنے
وہ ملوکیت و اشتراکیت وآمریت کے بت کو گرانے لگے
وہ طلسمِ مظالم مٹانے لگے وہ شہیدوں کا بدلہ چکانے لگے
وہ امانت، دیانت، مروت کےاور عدل و احسان کے گیت گانے لگے
وہ اخوت، مودّت کے روشن الاؤ بھر سنگِ منزل جلانے لگے
پھر سے جاوا، چمر قندو لاہور کی ریف و خرطوم سے سرحدیں مل گئیں
مردمومن کی یلغار سے اقتدارِ ضلالت کی ساری جڑیں ہل گئیں
مرد مومن کا عزمِ جواں پھر مدینہ سے دنیا کا رشتہ ملانے لگا
معجزہ فتحِ حق کا دکھانے لگا، مژدہ تجدیدِ دیں کا سنانے لگا

آج پھر دین محکوم کے روئے تاباں سے گردِ غلامی اترنے لگی
آج پھر مہر حریّت و ماہِ امن و مساوات کی ضو بکھرنے لگی
آج پھر فسق عیار ہے مبتلیٰ اپنی تدبیرِ باطل کے انجام میں
آج پھر کفرِ جابر نگونسار ہے اس کی حیثیں بھی بدلیں گی آلام میں
غم نہ کر روحِ دینِ حنیف، نبی مردِ مومن کی آمد پہ مسرور ہو
جس کی تعظیم میں کفر کا سر ہو خم جس کی طاعت پہ طاغوت مجبور ہو
مرحبا ارضِ پاک اب نئے مردِ مومن کی آمد مبارک، مبارک تجھے
فاتحِ عہدِ ظلمت ہی کیا، وارثِ عظمتِ آدمیت کہیں گے جسے
لاجرم مظہرِ نورِ فطرت ہے وہ پاسدارِ رموزِحقیقت ہے وہ
لاجرم حاملِ شرفِ تجدید ہے لاجرم پاسبانِ شریعت ہے وہ

وہ جو پابند ہو کر بھی آزاد ہیں آج اپنے مقدر کے معمار ہیں
تیری مانند طاغوت کے ہاتھ سے عظمتِ حق جھپٹنے کو طیار ہیں
ارض پاک اب فقط ہے تری منتظر روحِ عشاق تجھ بن پریشان ہے
اب ہیں غدار دورِ مکافات میں دشمنِ دین و قرآں پشیمان ہے
سیدِ ذی حشم جب میں بارِ دگر تیرے تذکار کی بزم گرماؤں گا
آنسوؤں کا بدل گل فشاں مسکراہٹ کھنکتے ہوئے قہقہے لاؤں گا

فتنۂ قادیانیت کے سیاسی احتساب پر پہلی معرکۃ الارا کتاب

سنسنی خیز انکشافات ◉ تاریخی دستاویزات ◉ حقائق و شواہد

کادیانیت کا سیاسی تجزیہ

جلد اول

تحریر و ترتیب۔ صاحبزادہ طارق محمود

تقاریظ

(۱)۔ جناب راجہ محمد ظفر الحق (سینٹر)
(۲)۔ جناب شفیق مرزا (روزنامہ جنگ)
(۳)۔ جناب پروفیسر محمد طاہر (مدیر التجوید)

● کمپیوٹر کتابت ● تین رنگا ٹائیٹل ● اعلیٰ طباعت
● صفحات 976 ● مضبوط جلد ● قیمت 300 روپے

منگوانے کا پتہ۔ مرکزی دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان فون نمبر 40978

شیزان کی تمام مصنوعات کا بائیکاٹ کیجئے !

یاد رکھیئے ! ہم مسلمان ہیں اور مرزائی کافر مرتد !
ہم اگر ان کی مصنوعات استعمال کریں گے تو وہ ہمارے سرمائے سے ہمارے خلاف اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے آسانیاں پائیں گے،
فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔ بائیکاٹ یا ______؟

پروفیسر سید محمد شمس الدین

حفاظت حدیث کی عملی صورتیں

یہ بات قطعاً غلط ہے کہ احادیث کو پہلی بار تیسری صدی ہجری میں مدون کیا گیا اور مذکور ہو چکا ہے کہ کتابت خود عہد رسالت مآب میں شروع تھی۔ کتابت حفاظت کی ایک اہم کڑی ہے۔۔ صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اس مقصد کے لئے اور دوسرے قابل اعتماد طریقے بھی اپنائے گئے۔ ان صورتوں سے پہلے ضروری ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ کی مختلف اقسام کو اچھی طرح دیکھ لیں۔

احادیث کی تین اقسام ہیں۔ اور یہ تقسیم راویوں کی تعداد کے لحاظ سے کی جاتی ہیں۔

۱۔ متواتر۔

وہ حدیث ہے جو رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک سے لیکر آج تک ہر دور اور ہر زمانے میں اتنے راویوں نے روایت کی ہو کہ عقلاً انکا جھوٹ بات بیان کرنے پر متفق ہو جانا ناممکن ہو۔ حدیث کی یہ قسم مزید دو اقسام پر مشتمل ہے۔

(الف) متواتر بالفظ (ب) متواتر بالمعنی

۲۔ مشہور۔

حدیث کی دوسری قسم مشہور کہلاتی ہے۔ محدثین کے مطابق اس اصطلاح کی درج ذیل تعریف کی جاتی ہے۔

ایک ایسی حدیث جو متواتر نہ ہو لیکن کسی بھی نسل میں اس کے راوی تین سے کم نہ رہے ہوں۔ (۱) یہ اصطلاح فقہ میں بھی رائج ہے۔ ایسی حدیث متواتر کے بعد دوسرے درجہ پر آئی ہے۔

۳۔ خبر واحد۔

یہ وہ حدیث ہے جس کے راوی کسی ایک نسل میں تین سے کم رہ گئے ہوں۔ جہاں تک متواتر احادیث کا تعلق ہے۔ کوئی شخص انکے معتبر ہونے میں شک نہیں کر سکتا اور مشہور احادیث کا جہاں تک تعلق ہے۔ انکا درجہ اسناد متواتر سے اگرچہ کم ہے لیکن اسکے باوجود یہ روایات کا صداقت اور سچائی کے بارے میں اطمینان کے لئے کافی ہے۔ تیسری قسم خبر واحد ہے۔ اس کی حجیت اور صداقت کا انحصار راویوں کی راست بازی اور دیانت پر ہے۔ اور یہ قانون دنیا میں ہر جگہ لاگو ہے مگر منکرین حدیث کو خبر واحد کی حجیت پر اعتراض انکی بد نیتی کا مظہر ہے۔ (۲)

عملی صورت۔۱۔ قرآن کریم۔

قرآن نے احادیث کی حفاظت کا ذمہ بیان کیا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔

۲۔ فرامین رسول اللہ ﷺ مثلاً " بلغوا عنی ولو آیہ "(۳)

۳- درایت صحابہ کرامؓ ۴- اعمال صحابہ کرامؓ۔
۵- فروع فقہ میں ۶- وسعت مسالک میں
۷- دین کے تسلسل میں ۸- عشق رسولؐ کے سائے میں
۹- سند کے اہتمام سے

ان بالا ۹ امور سے حدیث رسول ﷺ کی حفاظت کی گئی۔ اور سچ اور جھوٹ کو علیحدہ کر دیا گیا۔ (۴)۔

کتب حدیث کی اقسام:۔

حدیث کے علماء نے حفاظت حدیث کے سلسلے میں جو کاوشیں کیں ان کی مساعی کو مختلف نام دیئے گئے جو کہ ظاہر کرتے ہیں کہ سند و متن کے اصولوں سے ہٹ کر ہر کتاب حدیث کا بھی معیار مقرر ہے جو کہ اس کی کتاب کی صحت و استناد کے مطابق دیا گیا ہے۔ یہ نام کیوں لئے جاتے ہیں؟ شاہ عبد العزیز کی کتاب عجالہٗ نافعہ سے انکی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

جامع:۔

وہ کتاب ہے جس میں آٹھ قسم کی مقررہ احادیث ہوں ۱۔ عقائد، ۲۔ احکام، ۳۔ تفسیر، ۴۔ آداب، ۵۔ سیر، ۶۔ فضائل، ۷۔ مناقب۔

سب سے پہلی جامع حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی ہے جو کہ "الصادقہ" کے نام سے مشہور ہے۔ امام بخاری نے اپنی جامع میں صحیح احادیث کا التزام کیا ہے۔

سند:۔

اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں احادیث کو بہ ترتیب صحابہ مدون کیا گیا ہو باعتبار حروف تہجی، باعتبار سبقت فی الاسلام باعتبار شرافت نبی۔

معجم:۔

وہ کتاب ہے جس میں احادیث کو بہ ترتیب شیوخ جمع کیا گیا ہو۔ اس کے موجد ابن قانع (۳۵۱ھ) معاجم کو باعتبار حروف تہجی مرتب کرنے کا سہرا طبرانی (۳۶۰ھ)

سنن:۔

وہ کتاب ہے جس میں احادیث احکام ہوں یہ سعید بن منصور (۲۲۹ھ) کی ایجاد ہے۔

اجزاء:۔

جزء کی جمع ہے جس میں ایک خاص شخص کی حدیثیں جمع کی جائیں۔

رسالہ:۔

جس میں کسی ایک مقصد کی حدیثیں جمع کی جائیں اس کے موجد حضرت زید بن ثابت ہیں جنہوں نے کتاب

ہے یہاں تک کہ یہ مقولہ عام ہو گیا "اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری الجامع الصحیح للبخاری" (۹) بخاری میں جو حدیثیں درج ہیں ان سب کی مجموعی تعداد بشمول مکررات معلقات و تابعات نو ہزار بیاسی ہے۔ ۹۰،۰۰۰ اشخاص نے بلاواسطہ بخاری کو امام بخاری سے سنا، ۵۳ شروح لکھی گئیں ۲۲۰ مستخرج لکھے گئے۔

صحیح بخاری میں تراجم ابو اب کو نہایت اہمیت حاصل ہے۔ یہ مسئلہ اہل فن اور عظیم محدثین میں معرکۃ الآرا رہا ہے۔

صحیح مسلم:۔

امام مسلم بن حجاج القشیری ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۵ رجب ۲۶۱ھ کو انتقال ہوا۔ (۱۰) خطیب بغدادی نے انکے تذکرے میں لکھا ہے کہ آپ نے تلاش حدیث میں مصر، شام، حجاز، او عراق کا سفر کیا۔ آپ ابتداء میں امام بخاری سے مانوس نہ تھے مگر آخر میں جب بخاری نے نیشیا پور کا سفر کیا اور انکے کمالات کا مشاہدہ کیا تو ذہلی کو چھوڑ کر انکے دامن سے وابستہ ہو گئے۔ امام مسلم نے اپنی جامع صحیح کا انتخاب تین لاکھ ایسی روایات سے کیا جو انہوں نے براہ راست اپنے شیوخ سے سنی تھیں اور اپنی صحیح میں وہ احادیث مندرج کیں جن پر شیوخ کا اتفاق تھا۔ جب انہوں نے کتاب کو تکمیل کیا تو اپنے دور کے بہت بڑے جرح تعدیل اور علل حدیث کے امام ابو زرعہ کی خدمت میں اسے پیش کیا۔ یوں پندرہ برس کی محنت شاقہ کے بعد ۱۲۰۰۰ احادیث کا ذخیرہ تیار ہوا۔ (۱۱)

بخاری و مسلم کی شرط روایت۔

شارحین حدیث اور علماء فن کا کہنا ہے کہ امام بخاری و مسلم نے کہیں بھی صراحت کے ساتھ اپنی شرائط کا ذکر نہیں کیا بلکہ انکی شروط انکی کتابوں پر تدبر کرنے سے معلوم ہوتی ہیں۔ امام حازمی (۵۸۴ھ) نے ایک مثال کے ذریعے ان کی شرائط کو ذکر کیا وہ فرماتے ہیں کہ مثلاً امام زہری کے اصحاب و تلامذہ کے پانچ طبقات ہیں۔

۱۔ وہ عادل حافظ راوی جنہوں نے اپنے استاد کی صحبت ہمیشہ سفر حضر میں اختیار کی مثلاً مالک بن انس، سفیان بن عیینہ، عقیل الدیلی اور شعیب بن ابی حمزہ۔

۲۔ عادل راویوں کی وہ جماعت جنہیں استاد کی صحبت کم میسر رہی جیسے امام اوزاعی، لیث بن سعد، نعمان بن راشد اور عبدالرحمان بن خالد۔

۳۔ راویوں کی وہ جماعت جنہیں زہری کی صحبت طویل نصیب ہوئی مگر وہ جرح و تنقید کی آفتوں سے بچ نہ سکے مثلاً سفیان بن حسین اسلمی جعفر بن برقان، عبداللہ بن عمر بن حفص العمری وغیرہ۔ وغیرہ۔

۴۔ وہ لوگ جنہیں صحبت بھی کم نصیب ہوئی اور جرح و تنقید سے بھی اپنا دامن نہ بچا سکے جیسے اسحاق بن یحیٰ کلبی معاویہ بن یحیٰ صدفی، اسحاق بن عبداللہ ابن ابی خردہ، اور ابراہیم بن زید مکی۔

۵۔ ضعیف اور مجہول راویوں کی وہ تعداد جنکی روایات کا امام ابی داؤد نسائی اور ترمذی کے نزدیک صرف بطور استشہاد و عبرت بیان کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ لیکن بخاری و مسلم کے نزدیک انکی روایت کسی طور سے بھی جائز نہیں۔ مثلاً بحر بن کثیر السقاء، حکم بن عبداللہ الدیلی، وغیرھم۔ پس امام بخاری پہلے دونوں طبقات کی روایت لے لیتے ہیں اور تیسرے کی چھانٹی کے قائل ہیں اور ابوداؤد اور نسائی صرف پہلے تین طبقوں کی روایت لیتے ہیں۔

الفرائض مرتب کی۔

اربعین :۔

وہ کتاب ہے جس میں چالیس حدیثیں جمع کی جائیں۔ سب سے پہلا اربعین شیخ عبداللہ بن مبارک (۱۸۱ھ) کا ہے۔(۵)

صحاح ستہ :۔

طبقات کتب حدیث

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے "اتحاف الغنیۃ فیما یحتاج الیہ المحدث والفقیہ" میں کتب حدیث کے طبقات بیان کئے ہیں۔ کتب حدیث صحت، شہرت، اور قبولیت کے اعتبار سے کئی طبقوں پر مشتمل ہیں۔

۱۔ صحت :۔

سے مراد یہ ہے کہ مولف کتاب نے اس بات کی پابندی کی ہو کہ وہ صحیح یا حسن حدیثوں کے سوا اور کوئی حدیث اس میں درج نہیں کرے گا اور اگر درج کرے تو اس کا ضعف غرابت اور علت و شذوذ بھی بتا دے۔

شہرت :۔

سے مراد یہ ہے کہ محدثین کی جماعتیں یکے بعد دیگرے، ہر دور میں یکے بعد دیگرے اس کتاب کے ساتھ بہ طریق روایت، ضبط، مشکل اور تخریج احادیث میں مشغول رہی ہوں۔

۱۔ قبولیت :۔

سے مراد یہ ہے کہ ناقدان حدیث اس کتاب کو تسلیم کر لیں۔ اس پر اعتراض نہ کریں۔ اور اس کتاب کی احادیث کے متعلق مؤلف کا حکم اور فیصلہ درست سمجھیں اور فقہا بغیر اختلاف و بلا انکار اس سے استدلال کریں۔

پہلے طبقہ میں تین کتب داخل ہیں۔ موطا امام مالک، بخاری، مسلم، دوسرے طبقہ جامع ترمذی، سنن ابی داؤد اور سنن نسائی داخل ہیں موصلی، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ مستدرک حاکم سنن دار قطنی، صحیح ابن حبان، بیہقی، طحاوی وغیرہ شامل ہیں۔(۶) ان طبقات میں صحاح ستہ کی کتب ابن ماجہ کے علاوہ باقی پانچ پہلے دو درجوں کے زمرے میں اور ابن ماجہ طبقات میں تیسرے درجہ کی ہے۔

صحیح بخاری :۔

مؤلف بخاری محمد بن اسماعیل البخاری ہیں امام صاحب ۱۳ شوال ۱۹۴ھ کو جمعہ کے دن پیدا ہوئے اور ۲۵۶ھ کو ہفتے کی شب سمرقند کے ریب قریہ خرتنگ میں وفات پائی نماز ظہر کے بعد آپ کو دفن کیا گیا۔(۷) امام بخاری کی فضیلت علمی کے بارے میں دارمی فرماتے ہیں کہ بخاری فن حدیث میں مجھ سے کہیں زیادہ بصیرت رکھتے ہیں۔(۸)

جمہور محدثین کے نزدیک یہ امر مسلمہ ہے کہ بخاری کی الجامع الصحیح صحت کے اعتبار سے تمام کتب حدیث پر مقدم

ور امام ترمذی پہلے طبقہ سے تاچہار کی روایت لیتے ہیں اصول میں اور پانچویں طبقے سے بھی بے اصول لئے ہیں مگر ساتھ ہی اپنی معلومات کے مطابق روایات کا حال بھی بیان کرتے جاتے ہیں۔(۱۲)

سنن ابی داؤد:۔

کے مولف ابو داؤد السجستانی ہیں انکی ولادت ۲۰۲ھ اور انتقال ۲۷۵ھ کو ہوا اور بصرہ میں مدفون ہوئے۔ حفظ و اتقان، روایت، و عبادت، اور تقویٰ و صلاح میں یگانہ روزگار تھے انکے معاصر موسیٰ بن ابراہیم فرمایا کرتے تھے کہ بوداؤد دنیا میں حدیث کے لیۓ اور آخرت میں جنت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ سنن ابی داؤد کو صحاح ستہ میں شمار یا گیا ہے۔اس کتاب کو ۹ جلیل القدر لوگوں نے روایت کیا۔ ان تمام نسخوں میں ابو علی ٹوٹوی کے نسخہ کو اس تبار سے ترجیح حاصل ہے کہ انہوں نے کتاب السنن کا سماع محرم ۲۷۵ھ میں کیا جب امام ابوداؤد نے اس کی خری املاء کرائی تھی۔ امام احمد بن حنبل نے اسے بے حد پسند فرمایا۔

ؤلف نے اس کتاب کو صرف احادیث احکام کےلئے مختص کیا اس میں جتنا ذخیرہ فقہی ہے وہ صحاح ستہ کی کسی دوسری کتاب میں میسر نہیں آتا۔

جامع ترمذی:۔

کے مولف ابو عیسیٰ محمد بن سورہ ہیں ۲۰۹ھ میں پیدائش اور ۲۷۹ھ کو وفات ہوئی۔ یہ امام بخاری کے سب سے مشہور تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ خود امام بخاری سے انکے حق میں تعریفی کلمات منقول ہیں۔ محدثین ان کو بخاری کا خلیفہ کہتے ہیں۔ اور امام بخاری نے ان سے روایت بھی کی ہے اور کثرت تضرع کی وجہ سے انکی بینائی جاتی رہی۔

خصوصیات ترمذی:۔

۱۔ ترتیب عمدہ ہے اور تکرار نہیں ہے۔

۲۔ مذاہب فقہاء اور انکے ادلہ کا ذکر کیا گیا ہے

۳۔ انواع حدیث، تبویب فقہ، علل حدیث، صحیح و ضعیف اسماء و کنی، جرح و تعدیل، شذوذ، موقوف اور مدرج مذکور ہیں۔

۴۔ راویوں کے نام، انکے القاب، کنیت کے علاوہ وہ فوائد بھی مذکور ہیں جنکا تعلق علم الرجال سے ہے۔

۵۔ جامع ترمذی، بخاری اور امام ابوداؤد، دونوں طریقوں کی ہے۔

۶۔ مختلف انواع کی احادیث کو کتاب میں سمو کر اسے گلدستہ بنادیا ہے۔

سنن نسائی:۔

امام عبدالرحمن النسائی ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۰۳ھ میں وفات پائی۔ بڑے بڑے شیوخ سے استفادہ لیا۔(۱۵)

مام نسائی نے بخاری و مسلم کی طرح صرف صریح الاسناد روایات ہی کو لیا ہے اور انکی تالیف بخاری و مسلم کی طرح

دونوں طریقوں کی جامع شمار ہوتی ہے۔ اور علل حدیث کا بیان اس پر مستزاد ہے۔ اس کے ساتھ حسن ترتیب اور جودت تالیف میں بھی ممتاز ہے۔

سنن ابن ماجہ:۔

یہ سنن ابو عبداللہ محمد بن زید بن عبداللہ بن ماجہ کی تصنیف ہے جو ۲۰۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۷۳ھ کو فوت ہوئے ابو یعلی خلیلی کہتے ہیں کہ ابن ماجہ متفق علیہ ثقہ تھے فن حدیث و تفسیر کے علاوہ علم تاریخ پر انہیں ید طولیٰ حاصل تھا ان کا قول قابل صحت تھا۔ ابن ماجہ کہتے ہیں کہ تصنیف کے بعد میں جب یہ کتاب حافظ ابوزرعہ کے سامنے پیش کی تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں تیس سے زیادہ ضعیف احادیث نہیں ہیں۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ اگر اس میں چند کمزور حدیثیں نہ ہوتیں تو یہ کتاب بہت عمدہ ہوتی۔(۱۶)

یہ کتاب دو حیثیتوں سے تمام صحاح ستہ میں ممتاز ہے۔

ایک حسن ترتیب یعنی تبویب بغیر تکرار حدیث کے کی ہے اس کی یہی خوبی دیکھ کر حافظ ابوزرعہ کی زبان سے بے ساختہ یہ جملہ نکلا تھا کہ اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھ میں پہنچ گئی تو فن حدیث کے اکثر جوامع اور مصنفات بیکار و معطل ہو کر رہ جائیں گی سنن نسائی کے مقابلہ میں ابن ماجہ کی شروح زیادہ ہیں۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رقمطراز ہیں۔

"وفی الواقع از حسن ترتیب و سرد احادیث بے تکرار و اختصار
آنچہ ایں کتاب دارد ہیچ یک از کتب نہ دارد"۔(۱۷)

یہ صحاح ستہ اور انکے طبقات کا مختصر جائزہ تھا جو پیش کیا گیا۔ جو حفاظت حدیث کے باب میں اس بات کی سند فراہم کرتی ہے کہ آئمہ محدثین نے اخذ حدیث اور روایت حدیث میں جس حزم و احتیاط کا مظاہرہ کیا وہ اپنی نظیر خود آپ تین لاکھ احادیث منتخبہ میں سے ۱۲۰۰۰ احادیث کا لینا خود دلیل ہے اس بات کی کہ اگر کہیں بھی کوئی شبہ نظر آیا تو اس کو اپنی تالیفات سے نکال باہر کیا اور ایسی احادیث پیش کیں جنہیں قبول عام کے ساتھ اصول حدیث اور جرح و تعدیل کے تمام معیار قبول کرتے تھے۔

حوالہ جات

۱۔ تدریب الراوی، ص ۱تا۶
۲۔ حجیت حدیث مولانا بدر عالم مہاجر مدنی ص ۸۶
۳۔ ایضاً مولانا تقی عثمانی، حجیت حدیث، ص ۱۰۸
۴۔ مشکوٰۃ شریف ص، ۳۲
۵۔ ڈاکٹر خالد محمود، آثار الحدیث، ج ۱ ص ۳۳۳ تا ۳۴۰
۶۔ عجالہ نافعہ از شاہ عبدالعزیز (اردو) ص ۴۷ تا ۵۰
۷۔ ایضاً ۸۔ تاریخ خطیب ج ۲، ص ۴
۹۔ مقدمہ بخاری ۱۰۔ الرسالہ المستطرفہ ص ۱۱
۱۱۔ ڈاکٹر خالد علوی، حفاظت حدیث، ص ۳۲۴، ۳۲۵ و مقدمہ مسلم از نووی - ۱۲۔ ایضاً - ۱۳۔ ایضاً - ۱۴۔ منظور احمد، تاریخ حدیث، ص ۴۴
۱۵۔ حفاظت حدیث از علوی، ص ۳۲۴، ۳۲۵
۱۶۔ مولانا عبدالرشید نعمانی، ابن ماجہ اور علم حدیث، ص ۲۱۸
۱۷۔ تذکرۃ الحفاظ للذہبی ج ۲ ص ۱۸۹
۱۸۔ بستان المحدثین، ص ۱۱۲

ابو ریحان سیالکوٹی

(قسط ۲)

مظہری مغالطے

مغالطہ نمبر ۹

میں نے ایک سلسلہ کلام میں لکھا تھا کہ "اصحاب توقف کو اپنے موقف کے انجام پر قطعاً کوئی افسوس نہیں ہوا کیونکہ ان کے موقف کے نتیجہ میں نہ ان کا کچھ بگڑا اور نہ کسی مسلمان کے ہی خون کا ایک قطرہ بھی بہا۔" اس پر قاضی صاحب "ریحانی لطیفہ" کے زیر عنوان لکھتے ہیں۔

"یہ ٹھیک ہے کہ ان کی وجہ سے کسی مسلمان کا کوئی ایک قطرہ خون کا بھی نہیں بہا۔ لیکن کیا ان کو ان ہزاروں مسلمان مقتولین پر بھی کوئی دکھ اور افسوس نہیں ہوا ہوگا۔" (ایضاً ص ۴۱)

یہاں قاضی صاحب مغالطہ یہ دے رہے ہیں کہ میں تو اپنے موقف کے انجام پر افسوس کی بات کر رہا ہوں اور قاضی صاحب ہزاروں مسلمان مقتولین پر افسوس کی طرف بات کو لے جا رہے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں ہزاروں مسلمانوں کا مقتول ہونا کیا اصحاب توقف کے موقف کا نتیجہ تھا یا حضرت علیؓ اور اصحاب جمل و صفینؓ کے مواقف کا؟ میں مطلقاً افسوس کی بات نہ کر رہا تھا بلکہ اپنے موقف کے انجام پر افسوس کی بات کر رہا تھا۔ اصحاب توقف کو بیشک مسلمانوں کے اس عظیم جانی نقصان پر افسوس ہوا لیکن یہ عظیم جانی نقصان ان کے موقف کا نتیجہ ہرگز نہ تھا۔ اور مطلقاً کسی حادثۂ فاجعہ پر افسوس ہونا ہمیشہ اس بات کی دلیل نہیں ہوا کرتا کہ یہ حادثہ ضرور متأسف ہونے والے کے موقف کا ہی نتیجہ ہے۔ ملک میں دہشت گردی اور قتل و غارت گری کے کتنے واقعات ہوتے رہتے ہیں قاضی صاحب کو ان پر ضرور افسوس ہوتا ہوگا تو کیا اس کو یہ سمجھا جائے کہ یہ سب کچھ ان کی سوچوں اور جماعتی پرگراموں کا نتیجہ ہے؟ قاضی صاحب کی اس بے تکی اور لایعنی بات پر تو "من چه می سرایم و طنبورهٔ من چه می سراید" والی مثال فٹ آتی ہے۔ اب یہ فیصلہ قارئین ہی کر لیں یہ "ریحانی لطیفہ" ہے یا کہ "مظہری اغلوطہ؟"

مغالطہ نمبر ۱۰

اس قسط کے آخر میں قاضی صاحب نے "متوقفین صحابہ" کی تعداد کے بارے میں حافظ ابن حجر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ "ان کی تعداد بہ نسبت ان صحابہ کے بہت قلیل تھی جنہوں نے ان جنگوں میں حصہ لیا۔" (ایضاً ص ۴۱)

میں نے مشاجراتِ صحابہؓ کی تعداد کا مسئلہ نہ چھیڑا تھا۔ قاضی صاحب چونکہ متوقفین صحابہؓ کے موقف کو بہر صورت کمزور ترین ہی بنانا دکھانا چاہتے ہیں اس لیے ان کو یہ بات چھیڑنے کی ضرورت پیش آئی۔ وہ اس سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ متوقفین صحابہؓ کا موقفِ توقف، کمزور ترین تھا کیونکہ ان کی تعداد دوسرے صحابہؓ کی بہ نسبت بہت قلیل تھی۔

لیکن سب جانتے ہیں کہ یہ کوئی دلیل نہیں بلکہ محض ایک مغالطہ ہے۔ کون نہیں جانتا کہ اسلام میں افراد گنے نہیں جاتے بلکہ تولے جاتے ہیں۔ کسی موقف کے قوی و ضعیف یا صحیح و غلط ہونے کا فیصلہ اصحاب موقف کی

کثرت و قلت پر نہیں ہوتا بلکہ دلیل کے معیار پر ہوتا ہے۔ ساری اسلامی تاریخ اس پر شاہد عدل ہے۔ لہذا ابن حجر رحمہ اللہ کی یہ بات قاضی صاحب کے لیے بالکل غیر مفید ہے۔ ورنہ تو پھر قاضی صاحب کو حضرت علیؓ کی خلافت اور ان کے صفینی موقف کی قوت و صحت سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ کیونکہ ان کی بیعت کرنے والوں کی تعداد بہ نسبت بیعت نہ کرنے والوں کے قلیل تھی، اس طرح جنگوں میں ان کا ساتھ دینے والوں کی تعداد بہ نسبت ساتھ نہ دینے والوں کے قلیل تھی۔

یہ بھی تب ہے جبکہ یہ مان لیا جائے کہ متوقفین صحابہؓ کی تعداد بہ نسبت غیر متوقفین کے بہت قلیل تھی۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ان جنگوں میں حصہ لینے والوں کی ہی تعداد بہ نسبت متوقفین کے قلیل تھی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اگر ان کی تعداد بہت قلیل بتائی ہے تو دوسرے علماء نے ان کی تعداد بہت کثیر بیان کی ہے۔ اور میسر آ سکنے والے اعداد و شمار سے ان دوسرے علماء کی ہی تائید ہوتی ہے۔ ہم نے بھی کچھ اعداد و شمار جمع کئے ہیں اور باقی کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ نام بنام اس کی تفصیل ہم "کشفِ سبائیت" میں دیں گے۔ اب تک کے ہمارے ابتدائی اعداد و شمار کے مطابق ان جنگوں میں حصّہ لینے والے صحابہؓ کی تعداد صرف ۶۲ تک پہنچی ہے، جن میں سے ۴۰ اصحابؓ حضرت علیؓ، ۶ اصحابؓ جمل، ۱۲ اصحاب صفین اور ۴ اختلافی ہیں۔ یہ تعداد دگنی تگنی ہو کر ڈیڑھ دو سو تک بھی اگر پہنچ جائے تو تب بھی ان صحابہؓ کی تعداد متوقفین صحابہؓ سے نہیں بڑھ سکتی کیونکہ اس وقت تک سینکڑوں صحابہؓ کرام بقید حیات تھے۔ اور ان جنگوں میں حصہ لینے والے صحابہؓ کی تعداد سو دو سو سے زیادہ شاید کوئی ثابت کر سکتا۔ تفصیلی اعداد و شمار کا قارئین انتظار فرمائیں۔

آگے مظہری تبصرہ کی چوتھی قسط شروع ہوتی ہے جو ذو قعدہ ۱۴۱۲ھ مطابق مئی ۱۹۹۲ء کے "حق چار یار" میں شائع ہوئی ہے۔

مغالطہ نمبر ۱۱، ۱۲:

اپنے تبصرہ کی چوتھی قسط میں قاضی صاحب نے حضرت علیؓ کی خلافت کے حوالہ سے زیادہ زور یہ ثابت کرنے پر لگایا ہے کہ مشاجرات میں اجتہادی خطا کا صدور حضرت علیؓ سے نہ ہوا تھا بلکہ انہی صحابہؓ سے ہوا تھا جنھوں نے آپ کی خلافت کو بالفعل تسلیم نہ کیا تھا (صفحہ ۲۹)

یہاں قاضی صاحب نے اکٹھے دو مغالطے دیئے ہیں ایک تو یہ کہ انھوں نے بصورتِ تقابل یہاں حضرت علیؓ سے خطا اجتہادی کی نفی کرکے یہ تاثر دیا ہے کہ جیسے میں اصحابؓ جمل و صفین کے مقابلہ میں ان کی اجتہادی غلطی کا قائل ہوں حالانکہ نہ میں اس کا قائل ہوں اور نہ میں نے اپنے ساری کتاب میں کہیں ان کی طرف اس کی نسبت ہی کی ہے۔

قاضی صاحب کی یہ ایک مزاجی خصوصیت ہے کہ ایسے کسی موقع پر ان کے کسی مدمقابل نے اگر تقابل نہ بھی

کیا ہو تو وہ از خود وہاں تقابل کی صورت بنا کر اس کو ملزم ٹھہرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی کچھ انھوں نے یہاں کیا ہے۔ ورنہ میں نے حضرت علیؓ اور اصحابِ جمل و صفین کے درمیان اجتہادی خطا و صواب کے اعتبار سے نہ تو کوئی تقابل کیا تھا اور نہ کسی کو، خصوصاً حضرت علیؓ کو مخطی ہی بتایا تھا کہ قاضی صاحب کو یہاں اس کی نفی کرنے کی ضرورت ہوتی۔ لہذا یہی کہا جائے گا کہ انھوں نے محض مغالطہ دہی کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔

اور دوسرا مغالطہ یہاں انھوں نے یہ دیا ہے کہ اصحابِ جمل و صفین بالخصوص حضرت معاویہؓ کی خطا اجتہادی کی بحث چھیڑ کر یہ تاثر دیا ہے کہ جیسے اُن پر ہمارا اعتراض یہ ہے کہ انھوں نے ان حضرات کی طرف خطا اجتہادی کی نسبت کیوں کی ہے۔ حالانکہ ہمارا اعتراض ان کی اس بات پر نہیں بلکہ ان کی ان صریح خلاف ورزیوں پر ہے جو انھوں نے اس سلسلہ میں اصولِ اہلِ سُنّت اور قواعدِ اجتہاد کی، کی ہیں۔ ہم نے قاضی صاحب کی جن گستاخانہ تعبیرات اور سبائیانہ طرزِ استدلال کو اصولِ اہلِ سُنّت اور قواعدِ اجتہاد کے خلاف بتایا ہے، اگر ان میں جرأت ہے تو وہ اُن کا ان اصول و قواعد کے مطابق ہونا ثابت کریں۔ ورنہ اِدھر اُدھر کی باتوں سے بات نہیں بن سکتی۔

مغالطہ نمبر ۱۳:

میں نے اہلِ سُنّت کا ایک اجتہادی اصول یہ لکھا تھا کہ ہر مجتہد کے اجتہاد میں خطا و صواب دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔ قاضی صاحب جواباً فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں تو ضابطہ یہی ہے کہ لیکن آیت استخلاف کے تحت چاروں خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس سے مستثنیٰ ہیں۔ (صفحہ: ۲۶)

یعنی ان کا اجتہاد بس صواب ہی صواب ہوتا ہے اس میں خطاء کا احتمال تک بھی نہیں ہوتا۔ یہاں قاضی صاحب نے مغالطہ یہ دیا ہے کہ ایک رافضی عقیدے کو سُنّی عقیدے کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔

وضاحت اس کی یہ ہے کہ عصمت و حفاظت کے معاملہ میں اپنے اماموں کو نبیوں سے بڑھانا یہ روافض کا عقیدہ ہے اور یہی کچھ یہاں قاضی صاحب نے کیا ہے کہ خلفاء اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس معاملہ میں انبیاء سے بڑھا دیا ہے، وہ اس طرح کہ حضراتِ انبیاء علیہم السلام کو تو قاضی صاحب، اجتہادی خطا و صواب کے اس ضابطہ سے مستثنیٰ نہیں مانتے بلکہ ان کے اجتہادات میں تو صواب کے ساتھ خطاء کا نہ صرف احتمال تسلیم کرتے ہیں بلکہ اس کا بالفعل صدور تک مانتے ہیں لیکن یہاں خلفاءؓ اربعہ کو وہ اس ضابطہ سے مستثنیٰ قرار دے کر ان کے اجتہاد کو صواب کے ساتھ ہی خاص کر رہے ہیں اور اس میں خطا کا احتمال تک بھی تسلیم نہیں کر رہے اور ظاہر ہے کہ یہ خلفاء کو اُسی طرح انبیاء سے بڑھانا ہے جس طرح روافض اپنے اماموں کو اس معاملہ میں انبیاء سے بڑھاتے ہیں اس طرح بات تو قاضی صاحب نے کی رافضیوں والی لیکن باور اس کو کرایا سُنّیوں والی۔ اہلِ سنت مشاجرات میں حضرت علیؓ کی خطا اجتہادی کے اگر قائل نہیں ہوتے تو انھوں نے قاضی صاحب کی طرح یہ نہیں کہا کہ ان سے یہاں خطا ہو ہی نہیں سکتی تھی اور یہ کہ وہ اس ضابطہ سے مستثنیٰ ہیں۔ بلکہ اُنھوں نے یہ کہا ہے کہ ان سے یہاں خطا نہیں ہوئی۔ خطاء نہ ہونے اور نہ ہوسکنے میں

زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پہلی بات اہلِ سنت کا قول ہے ہم بھی اسی کے قائل ہیں اور دوسری بات شعوری یا غیر شعوری طور پر روافض کی متابعت میں قاضی صاحب کا قول ہے پھر حضرت علیؓ سے خطاء نہ ہونا مستلزم اس کو نہیں کہ ضرور دوسروں سے خطا ہوئی ہو۔ بلکہ وہ بھی جس طرح مخطی ہو سکتے ہیں اس طرح کسی دوسرے اعتبار سے مصیب بھی ہو سکتے ہیں۔ اس پر تفصیلی گفتگو ہم سبائی فتنہ جلد اوّل میں کر چکے ہیں۔

مغالطہ نمبر ۱۴:

اپنی اس رافضیانہ بات کے لیے استدلال انھوں نے کیا ہے آیتِ استخلاف سے۔ یہ بھی خالص مغالطہ ہے ایک تو اس لیے کہ آیت میں تمکینِ دین کا وعدہ ہے خطاء اجتہادی سے حفاظت و عصمت کا وعدہ نہیں، اور یہ تو خود قاضی صاحب ہی مسلسل بتاتے چلے آرہے ہیں کہ خطاء اجتہادی حق کے خلاف نہیں ہوتی بلکہ حق کے دائرے میں ہی ہوتی ہے۔ جب وہ حق کے خلاف نہیں ہوتی بلکہ اس کے دائرے میں ہی ہوتی ہے تو دین اور تمکینِ دین کے بھی تو خلاف نہ ہوگی بلکہ اس کے دائرے میں ہی ہوگی۔ پھر یہ وعدۂ خداوندی ضابطۂ خطاء اجتہادی سے خلفاء اربعہؓ کے مستثنیٰ ہونے کو کیسے شامل ہوا؟

اور دوسرا اس لیے کہ قرآن کی آیات تو انبیاء علیھم السلام کے حق میں بھی ہیں۔ پھر ایک دو نہیں، دسیوں ہیں پھر معاملہ زیر بحث میں آیت استخلاف سے زیادہ صریح ہیں مثلاً **و جتبینا هم وهد يناهم الى صراط مستقيم**۔ نیز **وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحا**۔ نیز **اولئک الذين هدى الله فبهدهم قتده**۔ **وما اتكم الرسول فخذوه وما نكهم عنه فانتهوا** وغیر ذالک جب ان صریح نصوص کے ہوتے ہوئے انبیاء علیھم السلام اس ضابطۂ خطاء اجتہادی سے مستثنیٰ نہیں ہو سکے تو آیت استخلاف کے تحت خلفاء اربعہؓ اس سے کیسے مستثنیٰ قرار پا سکتے ہیں؟

مغالطہ نمبر ۱۵:

میں نے اہلِ سنت کا ایک ضابطہ یہ بیان کیا تھا کہ مجتہدین میں سے کسی کو مصیب یا مخطی جو کہا جاتا ہے تو محض ظناً نہ کہ قطعاً، قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ضابطہ کلیہ غلط ہے کیونکہ قرآن کے موعودہ خلفاء راشدین اُمور خلافت میں اس سے مستثنیٰ ہیں (صفحہ ۳۱)

یہاں قاضی صاحب نے مغالطہ یہ دیا ہے کہ خالص اپنے خیال کو مسلکِ اہلِ سنت کی حیثیت سے پیش کیا ہے کیونکہ خلفاء راشدین بھی اپنے اُن اُمورِ خلافت میں جو اجتہادی و اختلافی ہوں اس ضابطہ سے قاضی صاحب کے نزدیک مستثنیٰ ہوں تو ہوں۔ مسلکِ اہلِ سنت میں ہرگز مستثنیٰ نہیں ہیں، چنانچہ کوئی اور نہیں بلکہ خود قاضی صاحب ہی خاص مشاجرات کے بارے میں جمہور اہلِ سنت کے موقف کا مطلب، قرطبی، ابن حزم، ابن حجر مکی اور شاہ ولی اللہ رحمھم اللہ کے حوالہ سے یہ بیان کر آئے ہیں کہ قطعی طور پر کسی ایک فریق کو مصیب یا مخطی نہ قرار دیا جانے۔" (دیکھو

خارجی فتنہ صفحہ: ۲۹۶، ۳۰۱، ۶۷، ۳/جلد ۱) حتی کہ حضرت علیؓ کا نام تک لیکر بھی یہ بتا آئے ہیں کہ "جو حضرات، حضرت علیؓ (اور تنہی کو حق و صواب پر قرار دیتے ہیں وہ بھی ظن غالب کی بنا پر نہ کہ قطعیت کی وجہ سے۔" (خارجی فتنہ صفحہ: ۳۰۲/۳/جلد: ۱) پھر مسلک اہلِ سنت میں خلفاء اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس ضابطہ سے کہاں مستثنیٰ ہوئے؟

مغالطہ نمبر ۱۶:

میں نے ایک جگہ لکھا تھا کہ حضرت علیؓ کی خلافت غیر منتظمہ تھی اور ایسی خلافت کا حکم یہ ہے کہ جس صاحبِ حل و عقد نے ابھی تک ایسے خلیفہ کی بیعت نہ کی ہو اس کا خلیفہ کے خلاف اقدامی یا دفاعی خروج بغاوت نہیں کہلاتا لہذا حضرت معاویہؓ کا صفینی دفاعی اقدام اصولی طور پر بغاوت نہ تھا۔

قاضی صاحب اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ "حضرت علیؓ کی خلافت خاصہ اگر منتظمہ نہیں ہو سکی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بحیثیت خلیفہ خاص ان کی اطاعت دوسروں پر واجب نہ ہو۔" (صفحہ نمبر ۲۹) یعنی غیر منتظمہ ہونے کے باوجود دوسروں پر ان کی اطاعت واجب تھی۔

یہاں بھی قاضی صاحب نے خالص اپنے نظریے کی ترجمانی کی ہے نہ کہ مسلکِ اہلِ سنت کی۔ کیونکہ مسلک اہلِ سنت میں کسی خلافت کے (خواہ وہ خاصہ ہو یا عامہ) منتظمہ نہ ہو سکنے سے یہی لازم آتا ہے کہ دوسروں پر اس خلیفہ کی اطاعت واجب نہیں رہتی خواہ وہ خلیفہ خاص ہو یا عام۔ اس کی پوری وضاحت ہم اپنی کتاب "سبائی فتنہ" کے دوسرے حصے میں کر چکے ہیں یہاں صرف ایک ہی حوالہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ اپنے اُس مکتوب میں جو قاضی صاحب کے "دیباچہ" کے ساتھ انہی کی تحریک خدام اہلِ سنت لاہور نے پروفیسر مولانا شیر کوٹی کے اُردو ترجمہ کے ساتھ علیحدہ چھاپا ہے، پہلے تینوں خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت کا ذکر کر کے لکھتے ہیں:

> "اور اس کے بعد یہ اتحاد (چوتھے خلیفہ کے زمانے میں) نااتفاقی میں بدل گیا اور جماعتیں جدا جدا پیدا ہو گئیں تو اہلِ حل و عقد بھی بہت ہو گئے، ہر جماعت کا سردار اہلِ حل و عقد کے مفہوم کا مصداق بن گیا، اس وقت اہل حل و عقد میں سے ایک شخص کی بیعت، مطلق خلافت کے منعقد ہونے کے سبب ہو گی۔ (نہ کہ عام خلافت کے منعقد ہونے کا) جو لوگ اس کے پیرو کار ہوئے خلیفہ کا اتباع ان پر لازم ہو گا لیکن دوسرے اہل حل و عقد اور ان کے پیرو یا وہ لوگ جو نہ کسی جماعت میں ہیں اور نہ کسی کی پارٹی میں، وہ لوگ اس بیعت کے لازم اور واجب ہونے سے آزاد ہونگے۔ ہاں اگر تمام اہل حق و عقد بیعت اور ارادت کا ہاتھ مسلمانوں میں سے کسی ایک کے ہاتھ میں دے دیں تو تمام مسلمانوں کو خواہ کسی کے تابع ہوں یا نہ ہوں، اس شخص کی فرمانبرداری ضروری اور لازمی ہو جائے گی۔" (بلفظہ، شہادت امام حسینؓ و کردار یزید صفحہ ۵۰، ۵۱)

دیکھیے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تصریح فرما رہے ہیں کہ خلافت کے انعقاد مطلق یعنی غیر منتظمہ ہونے کی صورت میں دوسروں پر خلیفہ کی اطاعت واجب نہ ہو گی اور بات بھی حضرت نانوتوی رحمہ اللہ قرآن کے مدعود چوتھے خلیفہ راشد کے زمانہ کی کر رہے ہیں اور آپ نے اپنے اس مکتوب میں بقول مترجم: بیان بھی سُنّی قواعد کیے ہیں۔ اس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ قاضی صاحب نے اپنے محولہ بالا قول میں بیان تو خالص اپنا نظریہ کیا ہے لیکن باور اس کو اہلِ سنت کا مسلک کرایا ہے، جو صریح مغالطہ دہی ہے۔

مغالطہ نمبر ۱۷:

میں نے ایک سلسلہ کلام میں قاضی صاحب کی طرف ایک بات منسوب کی تھی اس سے متعلق لکھتے ہیں:

"ابوریحان صاحب نے یہ لکھ کر میرے متعلق کتنی غلط بیانی کی ہے کہ "حضرت قاضی صاحب کی اپنی تحقیق یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی ساری زندگی میں ان کی امامت و خلافت کا یقینی فیصلہ ہی نہیں ہو سکا۔"

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے آگے لکھتے ہیں کہ:

"میں نے یہ کہاں لکھا ہے؟ میرے لکھنے کا مطلب تو یہ ہے کہ ان کی خلافت پر تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع نہیں ہو سکا۔ یہ نہیں کہ ان کی امامت و خلافت کا ساری زندگی میں یقینی فیصلہ ہو ہی نہیں سکا۔" (صفحہ ۳۸)

ایک ہی سانس میں ایک بات کے انکار اور اقرار کی اس سے زیادہ اچھی مثال قارئین نے شاید کہیں اور ملاحظہ نہ فرمائی ہوگی۔ ایک طرف تو یہ لکھ کر انکار کرتے ہیں کہ "میں نے یہ کہاں لکھا ہے؟" اور دوسری طرف اسی لمحے "میرے لکھنے کا مطلب تو یہ ہے لکھ کر اس کا اقرار بھی کرتے ہیں۔ کیونکہ مطلب تو کسی لکھی ہوئی بات کا ہی بیان ہوا کرتا ہے بے لکھی بات کا نہ تو کوئی مطلب بیان کیا کرتا ہے اور نہ اس کا مطلب بیان کرنے کی کوئی ضرورت ہی پیش آیا کرتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر قاضی صاحب نے وہ کچھ نہیں لکھا تھا جو کچھ ابوریحان نے ان کی طرف منسوب کیا ہے تو وہ مطلب اپنے کس لکھے کا بیان کرنے لگ گئے ہیں؟ ایسی صورت میں تو مطلب بیان کرنے کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے ان کو اپنی وہ اصل بات نقل کرنی چاہیے تھی جو انھوں نے لکھی تھی اور جس میں ابوریحان نے ان سے متعلق غلط بیانی کی تھی۔ اپنی کوئی ایسی بات تو نقل نہ کرنا بلکہ ابوریحان نے جو بات ان کی طرف منسوب کی ہے اس کا مطلب بیان کرنے لگ جانا بجائے خود اس بات کا اقرار ہے کہ انھوں نے وہ بات یقیناً لکھی ہے جو میں نے ان کی طرف منسوب کی ہے۔ ان کے اس اقرار کے بعد ہمیں ان کی وہ بات یہاں نقل کرنے کی ضرورت نہ تھی لیکن قارئین کی تسلی کے لیے ان کے الفاظ بعینہٖ درج ہیں: لکھتے ہیں کہ

"دورِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں تو حضرت علی المرتضیٰؓ کو ان آیتوں کا مصداق قرار دینے میں اشکال تھا۔ کیونکہ حضرت علیؓ کی حیات کے آخری لمحہ تک اس وقت کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا تھا کہ آپ ہی مصداق ہیں الخ۔" (بلفظہ، خارجی فتنہ ص: ۲۷۲/ج: ۱ نیز ملاحظہ ہو ص ۲۴۸، ۵۲۲ وغیرہا)

اب قارئین ہی انصاف فرمائیں کہ ابوریحان نے قاضی صاحب کے بارے میں غلط بیانی کی ہے یا وہ خود ہی ابوریحان پر یہ بہتان تراشی کر رہے ہیں اور اپنے قارئین کو اس بارے میں مغالطہ دے رہے ہیں؟

مغالطہ نمبر ۱۸:

قاضی صاحب نے اپنی اس بات کے لیے کہ حضرت معاویہؓ کا اجتہاد صحیح نہ تھا ان پر حضرت علیؓ کے اجتہاد کی ہی پیروی لازم تھی، شاہ اسماعیل رحمہ اللہ کی ایک عبارت سے بھی استدلال کیا تھا۔ میں نے اس کا غیر تام، بے محل بلکہ خود ان کی اپنی ہی تحقیقات کے بھی خلاف ہونا بیان کیا تھا، قاضی صاحب نے میرے جواب میں بہت ہاتھ پاؤں مارے ہیں۔ اپنے قارئین کو یہ مغالطہ دینے کے لیے کہ ابوریحان نے اس سلسلے میں جو کچھ لکھا ہے سب غلط ہے، "حق چار یار" کے مجموعی طور پر ستائیس صفحات کالے کیے ہیں۔ لیکن ہمیں اب اُن کی ان لمبی چوڑی بحثوں میں اُلجھنے کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ اتنی مغز ماری کے باوجود بھی ان کو شاہ شہید رحمہ اللہ کی اس عبارت کے بارے میں یہ اقرار کرنا ہی پڑا ہے کہ:

"اس عبارت میں مجتہد اور مجتہدین سے مراد صحابہ کرامؓ کے علاوہ دوسرے مجتہدین اُمت ہیں۔" (ماہنامہ "حق چار یار" جون ۱۹۹۲ء قسط نمبر ۵)

اپنے اس اقرار سے انھوں نے خود ہی اپنے ساری محنت پر پانی پھیر دیا اور حضرت معاویہؓ کے خلاف اپنے اس استدلال کو خود ہی ختم کر دیا ہے۔ کیونکہ انہی کے بقول جب اس عبارت میں مجتہدین سے مراد صحابہؓ مجتہدین نہ ہوئے بلکہ صحابہؓ کے علاوہ دوسرے مجتہدینِ اُمت مراد ہوئے تو صحابہ کرامؓ سے یہ عبارت متعلق ہی نہ ہوئی اور چونکہ حضرت معاویہؓ بھی صحابہؓ میں سے ہیں۔ خود قاضی صاحب بھی ان کو جلیل القدر صحابی مجتہد کہتے، لکھتے اور مانتے ہیں، لہذا ان سے بھی یہ عبارت متعلق نہ ہو گئی۔ جب یہ عبارت قاضی صاحب کے اپنے ہی اقرار کے مطابق صحابہ کرامؓ سے متعلق ہی نہ ہوئی تو حضرت معاویہؓ سمیت کسی بھی صحابیؓ کے بارے میں اس سے استدلال محض باطل اور بالکل غلط ہوا۔ یہی ہمارا مدعا تھا جس کے رد میں قاضی صاحب نے "حق چار یار" کے ستائیس صفحے سیاہ کر ڈالے، لیکن حقیقت پھر حقیقت ہوتی ہے ظاہر ہو کے ہی رہتی ہے۔

شاہ شہید رحمہ اللہ کی عبارت سے متعلق قاضی صاحب کے مذکورہ اقرار کے بعد اس سے حضرت معاویہؓ کے خلاف ان کا یہ استدلال صرف اسی صورت میں صحیح ہو سکتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کو صحابی مجتہد نہ مانا جائے۔ کیونکہ

دونوں باتیں بیک وقت جمع نہیں ہو سکتیں کہ حضرت معاویہؓ کو صحابی مجتہد بھی مانا جائے اور جو عبارت صحابہؓ مجتہدین سے متعلق ہی نہیں اس سے ان کے خلاف استدلال بھی کیا جائے۔ لہٰذا شاہ شہید رحمہ اللہ کی عبارت سے متعلق اپنے مذکورہ اقرار کے بعد قاضی صاحب کو یا تو حضرت معاویہؓ کے خلاف استدلال سے دستبردار ہونا پڑے گا یا حضرت معاویہؓ کی صحابیت کا انکار کرنا پڑے گا۔ اب یہ قاضی صاحب ہی فرمادیں کہ وہ ان دونوں باتوں میں سے کونسی بات پسند کرتے ہیں؟ اپنے اس استدلال سے دستبردار ہونا یا حضرت معاویہؓ کی صحابیت کا انکار کرنا؟

مغالطہ نمبر ۱۹

میں نے ایک ضابطہ یہ بیان کیا تھا کہ "ہر مجتہد پر اپنے ہی اجتہاد کی پیروی لازم ہے۔" قاضی صاحب جواباً فرماتے ہیں کہ "یہ بھی ضابطہ کلیہ نہیں ہے۔" پھر اس کے ثبوت میں انھوں نے ایک تاریخی روایت سے ملا علی قاری رحمہ اللہ کا ایک استنباط نقل کیا ہے جس میں انھوں نے حضرت علیؓ کا مذہب تو وہی بتایا ہے جو اوپر مذکور ہوا لیکن حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ بتایا ہے کہ ایک مجتہد، دوسرے مجتہد کی پیروی کر سکتا ہے، بشرطیکہ پہلا مجتہد اپنا اجتہاد چھوڑ دے اور دوسرا مجتہد اُس سے زیادہ فقیہ ہو۔ (ایضاً ۴۵،۴۴)

یہ قاضی صاحب کی بے خبری یا مغالطہ دہی ہے۔ اوّل تو ملا علی قاری رحمہ اللہ نے جس تاریخی روایت سے یہ استنباط کیا ہے[۲] ان الفاظ کے ساتھ سرے سے وہ روایت ہی علامہ خالد محمود صاحب کی تحقیق کے مطابق روافض کی من گھڑت ہے۔ لہٰذا ملا علی قاری رحمہ اللہ کا یہ استنباط بناء الفاسد علی الفاسد ہے۔ دوم ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بھی کوئی تحقیقی مذاہب نہیں نقل کیے بلکہ اس روایت کی رُو سے حضرت علیؓ پر سیرت شیخین سے روگردانی کا جو اعتراض وارد ہوتا تھا اس کے دفعیہ کے لیے محض استنباطی مذاہب بیان کیے ہیں۔ ورنہ تحقیقی طور پر حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف کا یہ مذہب عام طور پر منقول نہیں جو ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ان کا بیان کیا ہے۔ اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی جو مذہب انھوں نے نقل کیا ہے۔ وہ بھی خلاف تحقیق ہے، محض نوادر کی ایک غیر مقبول روایت ہے۔ ان تمام باتوں کی تفصیل تو ہم إنشاء اللہ "کشف سبائیت" میں ہی بیان کریں گے۔ یہاں تو ہم بفرض تسلیم صرف اتنا بتانا چاہتے ہیں کہ اگر ملا علی قاری رحمہ اللہ کا یہ استنباط من و عن صحیح بھی فرض کر لیا جائے تو قاضی صاحب کو تو تب بھی مفید نہیں۔

اوّل تو اس کے لیے مشاجرات میں اصحابؓ جمل و صفین اور حضرت معاویہؓ کے ساتھ معاملہ حضرت علیؓ کا تھا نہ کہ حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف یا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور حضرت علی کا مذہب اس سلسلہ میں ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بھی یہی بتایا ہے کہ "ہر مجتہد پر اپنے ہی اجتہاد کی پیروی لازم ہے

۲- دیکھو خلفاء راشدین ص: ۳۵۹ نیز البدایہ و النہایہ ص: ۱۴۷/ ج: ۷

محمد صدیق شاہ بخاری

رواداری کی آکاس بیل اور ہماری اقلیتیں

جناب ابن الحسن صاحب، وطن کے معزز محترم اور نامور قلمکار ہیں۔ ان دنوں صاحب فراش ہیں۔(۱) انہوں نے کراچی کے آر ایم آئی ہسپتال سے زندگی کی نازک ساعتوں میں قوم کے نام ایک پیغام بھیجا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

"پوری قوم کے ذہن میں ایک بات بٹھا دیجئے کہ ہماری عدم رواداری نے داخلی مسائل بھی ان گنت پیدا کئے ہیں اور خارجی بھی۔ صبرو تحمل اور برداشت کی روایت ہمارے معاشرے سے ختم ہوتی جارہی ہے۔ جس کے نتیجے میں تہذیب و شائستگی کو فروغ ملنے کے بجائے غیر انسانی جذبے پروان چڑھ رہے ہیں۔ سیاسی سطح پر بھی معاشرتی سطح پر بھی۔ اخلاقی اقدار سے تو ایک توازن قائم رہتا ہے۔ اور باہمی احترام کے جذبے سے انسانی معاشرے میں صحت مند رجحانات نشوونما پاتے ہیں۔ دکھ یہ ہے کہ اسلامی تہذیب کے نقوش مدھم پڑ گئے ہیں۔ دوسرا دکھ یہ ہے کہ ہم نے اپنی اقلیتوں کے ساتھ کچھ اچھا طرز عمل اختیار نہیں کیا۔ باہر کی دنیا میں ہماری بڑی رسوائی ہوئی ہے۔ اس رسوائی میں ایک تو ہمارے خلاف منفی پراپیگنڈے کا عمل دخل ہے مگر اس سے زیادہ ہمارے رویوں اور قانونی ضابطوں کا ہے" (روزنامہ جنگ لاہور ۲۱ جنوری ۱۹۹۴ء)

اس پیغام کو لفظوں کی قبائے دلکش پہنا کر ہم تک پہنچانے کا شرف حاصل کیا ہے مکرم جناب الطاف حسن قریشی صاحب نے ان دونوں شخصیات کے پورے دلی احترام کے باوجود میں یہ کہنے کی جسارت چاہتا ہوں کہ شاید یہ حضرات بھی رواداری کی اس آکاس بیل کو پانی دینے میں شامل ہو گئے ہیں۔ جس نے پہلے ہی امت کے شجر حمیت کو زرد کر کے رکھ دیا ہے۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ ان حضرات کا یہ عمل غیر شعوری ہی ہو گا کہ وبا پھیلے تو نہ چاہتے ہوئے بھی تندرست و توانا اس کی زد میں آجاتے ہیں۔

مذکورہ پیغام کی پہلی اہم بات ہماری "عدم رواداری" ہے قومی ذرائع ابلاغ سے لیکر عالمی میڈیا تک میں اس الزام کی گردان کچھ اس تسلسل سے ہو رہی ہے کہ اب اپنوں کو بھی یہ گمان ہونے لگا ہے کہ شاید ہم واقعی عدم رواداری کا شکار ہیں۔ فن پراپیگنڈہ نے تو الفاظ و اقدار کے معانی بھی بدل کے رکھ دیئے ہیں۔ آج ان معانی کو حقائق کی کسوٹی پہ پرکھنے کی کسے فرصت۔ ہمیں یہ تسلیم ہے کہ رواداری نہ صرف اعلیٰ انسانی اقدار کا جزء اعظم ہے۔ بلکہ تاریخ اسلام کے ماتھے کا جھومر بھی ہے۔ مگر تمام تر انسانی اقدار کا ایک مطلوبہ معیار ہی مقصود ہوتا ہے۔ اس سے کم یا

---

(۱) جناب ابن الحسن ۱۸ فروری ۱۹۹۴ء کو انتقال فرما گئے یہ مضمون ان کی وفات سے پہلے تحریر کیا گیا تھا۔ مگر موضوع کی افادیت کے پیش نظر اسے شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

زیادہ کی صورت میں وہی قدر ایک خوفناک اور مکروہ شکل اختیار کر لیتی ہے۔ جیسے قوت غضبیہ کی پسندیدہ مقدار شجاعت کہلاتی ہے۔ اس میں تفریط بزدلی ہے تو افراط جاہلیت ہے۔ قوت عقلیہ کی مناسب سطح حکمت و دانائی ہے کمی کی صورت میں حماقت اور زیادتی جزیرہ بن جاتی ہے۔ قوت شہوانیہ کی معتدل حد عفت و عصمت ہے۔ جبکہ کمی جمود اور اضافہ فسق و فجور ہے۔ بعینہٖ رواداری حد سے بڑھ جائے تو بے عزتی و بزدلی بن جاتی ہے اور ضرورت سے بھی کم ہو جائے تو تعصب و تنگ نظری سمجھی جاتی ہے۔ شومئ قسمت سے غیروں کی گہری اور منظم سازش اور اپنوں کی سادگی، بھولپن بلکہ نادانی و حماقت سے آج امت مسلمہ سے جس قسم کی رواداری کی توقع و تلقین کی جارہی ہے وہ رواداری کی بلی بڑھی ہوئی حد یعنی بے غیرتی و بزدلی ہے۔ اور یہ تو لفظ رواداری کے محقق۔ مسلم اصطلاحی مفہوم بلکہ لغوی مفہوم کے بھی خلاف ہے۔

مہذب اللغات میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ " رواداری اس حد تک برتنا چاہیئے جہاں تک مذہب پر کوئی آنچ نہ آنے پائے " اور ترقی اردو بورڈ کراچی کی شائع کردہ اردو لغت کے مطابق " روادار وہ شخص ہوتا ہے جو ایسی بات کو درست جائز، مباح یا برداشت کرے جس میں کوئی مذہبی اخلاقی یا قانونی حرج نہ ہو۔ " مگر رواداری کے " جدید مفہوم " کے پرچارک اس بات کیلئے عالمی پیمانے پر کوشاں ہیں کہ رواداری کے نام پر دل مسلم سے دینی غیرت کا خانہ خالی کر کے بزدلی، کم ہمتی اور بے غیرتی کو وہاں براجمان کر دیا جائے۔ اور جہاں جہاں سے امت کے احیاء، ملی اقتدار کی بقا اور اسلامی تشخص کے تحفظ کی آواز بلند ہو اسے نہ صرف دبا دیا جائے بلکہ یہ کہہ کر اسے فنا کر دیا جائے کہ اسلام تو بس رواداری کا دین ہے۔ جہاں کہیں کسی نے جب بھی آگے بڑھنے کی کوشش کی ہے تو اسے یہی کہہ کر روکا جاتا ہے کہ آخر تم کفر و باطل کو، ظلم و ستم کو، شرک و بدعت کو، ارتداد و الحاد کو برداشت کیوں نہیں کرتے کہ اسلام تو تمہیں رواداری سکھلاتا ہے۔ بے شک ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ اسلام امن و سلامتی کا دین اور حامی و مددگار ہے۔ مگر ------ " اسلام کی نگاہ میں حقیقی امن اور سلامتی وہی ہے جو حدود اللہ کی اقامت سے حاصل ہوتی ہے۔ جس کسی نے امن و سلامتی کا مطلب یہ سمجھ رکھا ہے کہ شیطانی نظامات کے زیر سایہ اطمینان کے ساتھ سارے کاروبار چلتے رہیں اور مسلمان کی نکسیر تک نہ پھوٹے۔ اس نے اسلام کا نقطہ نظر بالکل نہیں سمجھا۔ کیا اسلام کا کام بس یہی ہے کہ چند عقائد اور اصول اخلاق کی تعلیم دے کر آدمیوں میں اتنی لچک اور اتنی نرمی پیدا کر دے کہ وہ ہر نظام تمدن میں خواہ وہ کسی قسم کا تمدن ہو، بہ آسانی کھپ سکیں۔ اگر معاملہ یہی ہے تو پھر اسلام بدھ مذہب یا سینٹ پال کی بنائی ہوئی مسیحیت سے زیادہ مختلف نہیں رہتا۔ " (ماہنامہ ترجمان القرآن از مولانا مودودی ستمبر تا نومبر ۱۹۶۷ء)

ستم تو یہ ہے کہ عدم رواداری کا طعنہ اس قوم کو دیا جا رہا ہے جو کشمیر میں ہزاروں عزتیں کٹا کر بھی رواداری کے نام پہ چپ ہے۔ جو بوسینا میں بہتے ہوئے خون مسلم کو دیکھتے ہوئے بھی رواداری کے نام پہ چپ ہے۔ جو ملک میں توہین نبوت و توہین صحابہ کے باوجود بھی رواداری کے نام پہ چپ ہے۔ جو بابری مسجد کے انہدام پہ بھی رواداری کے نام پہ چپ ہے۔ شاید وہ دن دور نہیں کہ جب لوگ کہیں گے کہ چور کو چوری کی، ڈاکو کو ڈاکے کی، زانی کو زنا کی اور قاتل کو قتل کی اجازت رواداری کے نام پر کیوں نہ دے دی جائے؟ اور ہاں پھر اس ملک کے ہندو رواداری کے نام پر بیواؤں کو چتا میں جلانے کی اجازت چاہیں گے۔ اس ملک کے عیسائی میناروں پہ صلیب کو سجانے

کے طلب گار ہوں گے اور اس ملک کے قادیانی علی الاعلان مرزا غلام احمد کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ کر کہنا چاہیں گے۔ کیا عدم رواداری سے بچنے کیلئے اس سب کی اجازت دے دی جائے؟

یہ بالکل درست ہے کہ باہمی احترام اور رواداری سے ہی معاشرے میں صحت مند رجحانات نشوونما پاتے ہیں۔ مگر اس باہمی احترام کی کوئی حد بھی ہے کہ نہیں؟ ہماری پگڑی سر بازار اچھالی جائے۔ ہماری عزت دن دیہاڑے لوٹی جائے اور ہمارا ایمان بھی ہم سے چھینا جائے۔ تو کیا پھر بھی یہ باہمی احترام اور رواداری ایسے ہی برقرار رہے گی؟ خصوصاً جبکہ دشمن ہماری اس رواداری کو کمزوری پہ بھی محمول کرتا ہو۔ بے شک اسلام میں معاف کر دینا بہتر و برتر عمل ہے۔ مگر جہاں معاف کرنے سے شریر کے شر میں اضافے کی توقع ہو تو وہاں علمائے امت کی صراحت کے مطابق سر کچلنا ہی افضل ہوتا ہے۔ اس بات کو اکبر شاہ خاں نجیب آبادی مرحوم یوں کہتے ہیں کہ اسلام میں جہاں تلوار کا بے جا استعمال ظلم ہے وہاں ظالم کے خلاف تلوار کا استعمال نہ کرنا بھی جرم ہے۔ اسی طرح یہ بھی حقیقت ہے کہ جسطرح معاشرے کے مختلف طبقات میں باہمی رواداری نہ برتنا ظلم ہے اسی طرح عزت کے مواقع پر حمیت کا اظہار نہ کرنا بھی جرم ہے۔ اور آج کی پوری امت اس جرم میں ملوث ہے۔

ابن الحسن صاحب کے مذکورہ پیغام کی دوسری اہم بات بزبان راوی یہ ہے کہ "ہم نے اپنی اقلیتوں کے ساتھ کچھ اچھا طرز عمل اختیار نہیں کیا" نہ معلوم یہ بات انہوں نے کیوں کر کہہ دی؟

وطن عزیز کے چھیالیس برس اس بات کے شاہد ہیں کہ ۹۶،۶۷ فیصد مسلم آبادی والے اس ملک میں اپنے ہر مذہبی مطالبے کو منوانے کیلئے مسلمانوں کو کئی جاں گسل مراحل سے گزرنا پڑا اور قربانیوں سے بھرپور تحاریک چلانی پڑیں۔ تب کہیں جا کر خیرات کی مانند چند سکے انکی جھولی میں گرائے گئے جبکہ اقلیتوں پر ایسی نوبت کبھی نہ آئی۔ ان کے ماتھے پہ اک شکن آئی تو ہماری حکومتوں نے اپنے انداز بدل ڈالے۔ ان کے لب وا بھی نہ ہونے پائے تھے کہ ان کے در پہ جا کے ان کی تمنائیں پوری کر دی گئیں۔ ہم یہ بات پورے چیلنج سے کہہ سکتے ہیں کہ دنیا بھر میں کسی بھی نظریاتی ریاست میں اقلیتوں سے اس سے بہتر سلوک کی مثال موجود نہیں۔ اسرائیل اور آنجہانی روس تو دور کی بات ہے۔ خود کو سیکولر کہلانے والا بھارت بھی ہمارے اس چیلنج کا جواب نہیں دے سکتا۔ بھارت میں ایک ہفتے میں اقلیتوں پر جتنے مظالم کئے جاتے ہیں ہمارے ملک کی پوری عمر کے اعدادوشمار بھی ان سے کم ہیں۔ ادھر حکومت برما تو بھارت سے بھی دس قدم آگے ہے۔ وہاں پر مسلمان طالبعلم کیلئے اسکول میں نصب قومی جھنڈے کو جھک کر سلام کرنا لازم ہے۔ افسران کو جھک کر تعظیم کرنی ضروری ہے۔ اور ہر مسلم گھرانے پر ہفتہ میں دو دن بلامعاوضہ جبری بیگار لازمی ہے ورنہ نوے (۹۰) کھات فی کس تاوان دینا پڑتا ہے۔

وطن عزیز میں اقلیتوں کیلئے ترقی کے تمام دروازے ہمیشہ کھلے رکھے گئے تمام اعلیٰ عہدے ہمیشہ ان کی راہوں میں آنکھیں بچھاتے رہے۔ وزیر قانون جوگندر ناتھ منڈل سے لیکر چیف جسٹس کارنیلس تک، وزیر خارجہ ظفر اللہ قادیانی سے لیکر آج کے جے سالک تک سب ہماری رواداری کے مظاہر اور شواہد ہیں۔ زندگی کے تمام شعبوں میں کہیں کوئی قدغن نہیں لگائی گئی۔ اوپن میرٹ کے ساتھ ساتھ کوٹے کی صورت میں ان پر خصوصی نوازشات کی بارش بھی برسائی گئی۔ اب کوئی بد نصیب اس بھری برسات میں بھی نہانا نہ چاہے تو ہمارا کیا قصور؟

اور پھر اس لحاظ سے تو یہ ملک اقلیتوں کی جنت ہے کہ کسی ملک میں غیر مذاہب کے مبلغین کو اس قدر آزادی حاصل نہیں جو یہاں انہیں میسر ہے۔ ہم نے تو اپنے وفاقی دارالخلافہ میں ایک ایسے ریڈیو کے دفتر کی اجازت دے رکھی ہے جو خالصتاً مسیحیت کی تبلیغی نشریات کیلئے وقف ہے۔ اسے ریڈیو سیشلز کہتے ہیں یہ پاکستانی سرحدوں سے کچھ دور سیشلز جزیرے میں قائم ہے یہاں سے روزانہ پانچ گھنٹے پاکستان کی قومی اور علاقائی زبانوں میں بائیبل کی تعلیمات نشر ہوتی ہیں۔ وطن عزیز میں عیسائیت کے کم از کم ۱۸ باقاعدہ اور ۱۵ بے قاعدہ تبلیغی رسائل و جرائد شائع ہو رہے ہیں۔ جن میں تبلیغ کم اور اسلام پہ جارحیت زیادہ ہوتی ہے مثلاً گوجرانوالہ سے شائع ہونے والا مسیحی ماہنامہ کلام حق" کے شمارہ ۲:۲۲ اشاعت فروری ۱۹۸۷ کے ۱۶ صفحات ہیں۔ جن میں مسیحیت پر ۴ صفحے اور ۱۲ صفحے اسلام کے خلاف جارحانہ تنقیدی مضامین پر مشتمل ہیں۔ اسی طرح شمارہ ۵:۲۲ مئی ۱۹۸۷ء ۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں صرف ساڑھے نو صفحات مسیحیت کے لئے ہیں باقی سب اسلام دشمنی کیلئے وقف ہیں۔ پورے ملک میں مسیحی آبادی ۱.۵۶ فیصد ہے اس کے باوجود ان کے کم از کم ۲۸ چرچ اور تبلیغی تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کا ھدف عیسائی کم اور مسلمان زیادہ ہیں۔ اسی طرح تبلیغ کیلئے پندرہ خط و کتابت سکول کام کر رہے ہیں۔ جو اردو زبان میں ۲۴ اور انگریزی میں ۵۲ کورسز کروا رہے ہیں۔ ان سب کورسز میں صرف دو کورس مسیحی افراد کیلئے ہیں باقی سب کورس مسلمانوں میں تبلیغ کیلئے وقف ہیں۔ ہمارے سرکاری ذرائع ابلاغ بھی اس فیاضی اور رواداری میں کسی سے کم نہیں ریڈیو پاکستان لاہور گڈفرائڈے، ایسٹر، کرسمس کی شام اور کرسمس ڈے کے تہواروں پر ایک ایک گھنٹہ کے پروگرام نشر کرتا ہے۔ جو خود مسیحی حضرات کے مرتب کردہ ہوتے ہیں۔ بلکہ کرسمس ڈے پہ تو چرچ سے براہ راست سروس نشر کی جاتی ہے۔ ایسے ہی پاکستان ٹیلی ویژن تمام اسٹیشنوں سے ایسٹر پہ ۴۵ منٹ اور کرسمس پہ ایک گھنٹے کا ڈرامہ پیش کرتا ہے۔ پاکستان کی دوسری بڑی اقلیت ہندو ہیں جو کل آبادی کا ۱.۵۱ فیصد ہیں۔ اس اقلیت کے بھی ۷ باقاعدہ اور کئی بے قاعدہ رسائل و جرائد شائع ہو رہے ہیں۔ بہت سے اہم پبلی کیشنز کے ادارے ان کی ملکیت ہیں۔ پورے سندھ کی تجارت پر ان کا کنٹرول ہے۔ یہی نہیں بلکہ اب راضی کاٹن فیکٹری اور موان کاٹن فیکٹری میر پور خاص کے مالک رتن لال کو ۸۳-۸۲ اور ۸۷-۸۶ میں بھاری قرضہ غیر قانونی طور پر دے کر قومی خزانے کو شدید نقصان پہنچایا گیا۔ ابھی تک رتن لال پر ایک کروڑ ۶۰ لاکھ روپے واجب الادا ہیں۔ مگر اس کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہیں کی گئی۔ صوبہ پنجاب میں ہندو آبادی نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کے باوجود ریڈیو پاکستان لاہور کی رواداری کا یہ عالم ہے کہ جنم اشٹمی پہ ۲۰ منٹ کا خصوصی پروگرام نشر کرتا ہے۔ جبکہ دسہرا، بالمیک جی کا دن اور دیوالی پہ ۱۰-۱۰ منٹ کی خصوصی نشریات ہوتی ہیں۔ ریڈیو پاکستان حیدر آباد دسہرا، دیوالی اور ہولی پہ آدھ آدھ گھنٹے کے پروگرام نشر کرتا ہے۔

ملک کی تیسری اقلیت قادیانی و لاہوری صرف ۰.۱۲ فیصد ہیں۔ اتنی کم تعداد میں ہونے کے باوجود ان کے لئے نہ صرف تمام کلیدی عہدوں کی راہیں کھلی ہیں بلکہ ان کے ۷ ماہنامے ایک ہفتہ وار اور ایک روزنامہ اخبار تبلیغی مقاصد کے تحت شائع ہو رہے ہیں۔ اس طرح لاہوری گروپ کے بھی دو اخبار شائع ہوتے رہے ہیں۔ یہ اقلیت ملک کی عجیب اقلیت ہے۔ قانون و آئین شکنی ان کا شیوہ ہے۔ دھونس دھاندلی ان کی گھٹی میں پڑی ہے۔ ملک عزیز

کے خلاف پراپیگنڈہ کرنے میں بھی یہ سب سے تیز ہے۔ اور دوسری طرف مفادات سمیٹنے میں بھی سب سے آگے ہے۔ بقول ان کے کہ یہ ان پہ ابتلا کا دور ہے مگر اس کے باوجود ان کی مطبوعات اور جرائد کی تحریروں میں جارحیت کا یہ انداز ہے کہ مسلم اکثریت کی دل آزاری اور قانون شکنی کے زمرے میں آتی ہیں۔ اقلیتی تہواروں پر حکومت کی طرف سے اقلیتوں کو باقاعدہ تعطیل کی سہولت فراہم کی جاتی ہے۔ بلکہ صوبہ پنجاب میں تو ۲۵ دسمبر کے علاوہ ۲۶ دسمبر کو بھی مسیحی برادری کیلئے آپشنل تعطیل کا اعلان کیا گیا ہے۔

مسلمان اپنے تہواروں پر اسی تنخواہ میں گزارہ کرتے ہیں جبکہ اقلیتوں کو یہ سہولت بھی حاصل ہے کہ وہ بینیوونیٹ فنڈ سے رقم حاصل کر کے اپنے تہوار شایان شان طریقے سے منا سکتے ہیں۔ کسی مسلم تعلیمی ادارے میں اقلیتوں کو ان کے مذہب کے برعکس کسی عمل پہ مجبور نہیں کیا جاتا جبکہ مسیحی مشنری سکولوں سے یہ شکایات اکثر موصول ہوتی رہتی ہیں کہ وہاں مسلمان طلباء کو بائبل بھی پڑھائی جاتی ہے اور ان کے سینوں پر صلیب بھی سجائی جاتی ہے۔ جیسا کہ حال ہی میں سینٹ میری ہائی سکول حیدر آباد کے بارے میں خبر روزنامہ جنگ کراچی میں مورخہ یکم نومبر ۱۹۹۳ء کو شائع ہوئی ہے۔ یہ تھی اس رواداری اور اقلیتوں سے طرز عمل کی ایک ہلکی سی جھلک۔ اگر ہمارے دانشور ہمارے اس طرز عمل پر بھی مطمئن نہیں تو پھر ہم ان سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ کیا رواداری یہ ہو گی کہ ہم بھی گرجوں کو آگ لگا دیں جسطرح کہ لیوٹن، آشٹن، دلور، ہمیلٹن برمنگھم، اولڈھم ڈڈلے اور باٹلے میں مساجد کو آگ لگائی گئی تھی؟

کیا ہم بھی عیسائی خاندان کو زندہ جلا دیں جسطرح کہ والتھم فارسٹ (لندن) بیلگر یو روڈ پر محمد یونس خاں کی بیوی اور تین بچوں کو محض مسلمان ہونے کی وجہ سے ان کے مکان سمیت آگ لگا دی گئی تھی؟ کیا ہم بھی گرجوں میں علی الصبح اور رات کو عشا کے وقت بجنے والے گھڑیاں اور گھنٹے پہ پابندی لگا دیں؟ جس طرح کہ برطانیہ میں سپیکر پر اذان دینے کی پابندی ہے؟ کیا ہم بھی مذہبی تہواروں پہ تعطیل بند کر دیں؟ جس طرح کہ برطانیہ کی مسلم اقلیت اس حق سے محروم ہے؟ کیا ہم بھی مخصوص کوٹے پر فائز صوبائی اور قومی اسمبلی کے اقلیتی ممبران کی چھٹی کروا دیں؟ جس طرح کہ برطانیہ میں ۲۵ لاکھ مسلمانوں کا کوئی نمائندہ بھی اسمبلی میں نہیں۔ کیا ہم بھی اقلیت کش جماعتیں بنا لیں؟ جسطرح کہ برٹش موومنٹ اور نیشنل فرنٹ بنادی گئی ہیں؟ کیا ہم بھی عیسائیت اور انکی مقدس شخصیات کے بارے میں زہر اگلنے والی زبانوں کو تحفظ دے دیں؟ جسطرح کہ سلمان رشدی کو حفاظت دی گئی ہے؟ کیا ہم بھی جوتوں پہ بائبل کے الفاظ نقش کروا دیں؟ جسطرح کہ لیسٹر میں عیسائی عورت کلمہ طیبہ والے جوتے فروخت کیا کرتی تھی؟ مگر مسئلہ تو یہ ہے کہ ہم ایسا کر ہی نہیں سکتے۔ ہمیں اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اور جب ہم یہ سب کچھ نہیں کر سکتے تو خدا کیلئے ہمیں عدم رواداری اور ناقص طرز عمل کے طعنے بھی نہ دیجئے۔ یہ ملک جس کی بنیادوں میں ۲۰ لاکھ مسلمانوں کے لاشے دفن ہیں آج اس ملک کی اسمبلی کو اسلامی ایوان کہنے پہ بھی ہماری اقلیتیں سیخ پا ہو جاتی ہیں۔ (روزنامہ جنگ لاھور ۲۱۔ دسمبر ۱۹۹۳ء) جس محمد عربی ﷺ کے پیارے نظام کو نافذ کرنے کیلئے ہم نے قربانیاں دی تھیں۔ آج اس کی عزت و عصمت بھی محفوظ نہیں رہی۔ اگر مسلمانوں کے لگاتار مطالبے پہ اس ذات اقدس ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والی زبانوں کیلئے کوئی قانون بن گیا ہے تو ہماری اقلیتیں اس کے بھی در پے

ہیں۔ نفاذ اسلام کیلئے اگر کبھی شریعت بل کے نام سے کوئی کوشش کی گئی تو ہماری یہ محبوب اقلیتیں اسے ملائیت بنیاد پرستی، شرارت بل اور آکاس بیل کہتی ہیں۔ (مسیحی ماہنامہ کارستاس لاہور اگست ۹۲) دن رات اپنے رسائل میں ہمارے عقائد و نظریات کا مذاق اڑاتی ہیں نہ صرف مذاق بلکہ جلسے، جلوسوں اور ناروا پروپیگنڈہ کے طوفان اٹھاتی ہیں۔

بڑے بڑے ہوٹلوں میں سینکڑوں حاضرین کی خاطر تواضع کرتے ہوئے پاکستان کے آئینی، سیاسی، معاشی، اقتصادی اور لسانی حقوق کے بحران پر سیمینار کرواتی ہیں۔ اک ہمارا بڑا بے ضرر اور بڑا اصولی سا مطالبہ شناختی کارڈ میں مذہب کے خانے کے اضافہ کا تھا۔ مگر اس کے خلاف بھی یہ خم ٹھونک کر میدان میں نکل آتی ہیں۔ نہ صرف جلسے جلوس اور بھوک ہڑتالیں بلکہ پاکستان میں بوسنیا ایسے حالات کے پیدا ہونے کی دھمکی بھی دیتی ہیں۔ ہم تو اتنے روادار ہیں کہ ہم نے ایک ایسی اقلیت کو جو پاکستان میں انگلیوں پہ گنی جا سکتی ہے۔ گوردواروں کی توسیع کیلئے ساڑھے تین کروڑ روپے وقف کر دیئے ہیں۔ صرف ایک گوردوارہ واقع سچا سودا فاروق آباد پہ ۴۵ لاکھ روپے لگا دیئے ہیں اور اس اقلیت کا جلوس ہر سال اس شان سے نکلتا ہے کہ آگے آگے پانچ سکھ پیلے جھنڈے اٹھا کے چلتے ہیں انکے پیچھے پانچ پیارے ننگی تلواریں سونت کر چلتے ہیں اور "جو بولے سو نہال ست سری اکال" کے نعروں سے یہ سرزمین اسلام گونج اٹھتی ہے مگر پھر بھی یہ آواز اٹھتی ہے کہ ہم اپنی اقلیتوں سے اچھا سلوک نہیں کرتے۔ یہاں تو ۹۷ فیصد آبادی کو اپنے مذہبی شعار کے تحفظ کی ضمانت نہیں جبکہ باقی تین فیصد کو ہر ضمانت پر سہولت حاصل ہے۔ ایسے میں کون ہے جو ہمارے آنسو خشک کرے ہمارے زخموں پہ مرہم رکھے۔ یہاں تو...... جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے۔

الطاف حسن قریشی صاحب! آپ تو ان لوگوں میں شامل ہیں جن سے ہماری امید کے دیئے روشن ہیں۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ ہم تو رتہ دوھتڑ توہین رسالت کیس کے مجرموں کو بھی ضمانت پہ رہا کر دیتے ہیں۔ ہم تو ایمپریس روڈ سے لیکر مال روڈ تک حضرت مسیح کی الوہیت اور خدائی کا اعلان کرنے والے بینروں کے نیچے سے بھی سر جھکا کے گزر جاتے ہیں۔ ہم تو رواداری، فیاضی و مروت کی سرحدیں عبور کرتے ہوئے بزدلی اور بے حمیتی کی اس وادی میں آن پہنچے ہیں جہاں دشمن ہم پہ گولی چلانا بھی حماقت سمجھتا ہے۔ (کہ سرب صدر نے یہی کہا تھا) ہاں واقعی اس نے ٹھیک کہا تھا کہ ہم تو ویسے ہی رواداری کے ہاتھوں مرے جاتے ہیں۔ گولی چلانے کی کیا ضرورت۔ قریشی صاحب اور فرمائیے آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟ ہم نے مانا کہ یہ پیغام، آپ کا پیغام نہیں مگر لوگ کہتے ہیں کہ یہ ضروری تو نہیں کہ ہر بڑے کی ہر بات بڑی ہو!

آپ کے عطیات

محاسبہ مرزائیت و رافضیت کی جدوجہد کو تیز کرنے کے لئے اپنی زکوٰۃ، صدقات اور عطیات اپنی جماعت مجلس احرار اسلام کو دیجئے۔ بذریعہ منی آرڈر، سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ، دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

بذریعہ بنک ڈرافٹ یا چیک۔ اکاؤنٹ نمبر ۲۹۹۳۲ حبیب بنک حسین آگاہی۔ ملتان۔

چمن چمن اُجالا

منور ضیاء قادری
صادق آباد

کاروانِ احرار منزل بہ منزل

مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی رہنما اور ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان کے مدیر سید محمد کفیل بخاری ۲۴ مارچ کو صادق آباد تشریف لائے مقامی مجلس احرار اسلام نے جامع مسجد ختم نبوت شہزاد کالونی میں یومِ پاکستان کے حوالے ایک جلسہ عام کا اہتمام کیا تھا۔ بعد نماز عشاء جلسہ کا آغاز ہوا جو رات گئے تک جاری رہا۔

سید محمد کفیل بخاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ کافرانہ جمہوری نظام کے اندر رہتے ہوئے ایک مسلمان کے لئے دین اسلام پر عمل پیرا ہونا ممکن نہیں۔ اس لئے کہ یہ کافرانہ نظام ریاست و سیاست اسلام سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا۔ انہوں نے سیاست دانوں پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ وہ ملک کے موجو وہ سیاسی و معاشی بحران کے اصل ذمہ دار ہیں انہوں نے کہا کہ ہمارے حکمران اور سیاست دان مادر پدر آزاد کافرانہ تہذیب و ثقافت کے ذریعے قوم کا اخلاق تباہ کرنے کے ساتھ ساتھ ایک دین بیزار معاشرہ تشکیل دینے میں مصروف ہیں۔ اور یہ نظریہ پاکستان سے کھلا انحراف اور بغاوت ہے۔ انہوں نے الزام عائد کیا کہ موجودہ حکومت نے مرزائیوں کو فری ہینڈ دے دیا ہے۔ مرزائی اور دیگر ملک دشمن عناصر مل کر پاکستان کی بنیادیں کھوکھلی کر رہے ہیں اور ان کی ان سازشوں پر کوئی قدغن نہیں۔ مرزائی اپنے مختلف رسائل و جرائد میں اسلام اور وطن کے خلاف زہر اگل رہے ہیں اور آئین میں موجود پابندیوں کا مذاق اڑار ہے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ قیام پاکستان سے لے کر آج تک ملک کا اقتدار بانیٔ پاکستان کے نااہل جانشینوں کے ہاتھ میں رہا اور ان نااہلوں نے قوم کو آدھے ملک سے محروم کر دیا۔ مشرقی پاکستان کو اپنی سیاسی اغراض ومفادات کے مرگھٹ پر قربان کر دیا۔ سیاست دانوں کی یہی مستقل رسہ کشی آج بھی جاری ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ملک بدامنی اور عدم استحکام کا شکار ہے۔ حکمرانوں اور سیاست دانوں نے لوٹ کھسوٹ کی انتہا کر دی ہے اور قومی خزانہ پر بری طرح ہاتھ صاف کر رہے ہیں انہوں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہی لوگ ملک دشمن قوتوں کی پشت پناہی بھی کر رہے ہیں۔

انہوں نے آخر میں علماء کرام اور دینی جماعتوں سے درخواست کی کہ وہ چالیس سال کے بار بار کے انتخابی تجربہ سے عبرت حاصل کریں اور جمہوریت کی فریب کاریوں کا اسیر ہونے کی بجائے خالصتاً اسلام کے لئے جدوجہد کریں۔ اسلام کے عطاء کردہ دعوت و تبلیغ اور جہاد کے نظام کو بحال کر کے ہی نفاذِ اسلام کی منزل حاصل کی جاسکتی ہے۔

جلسہ سے حافظ نثار احمد، حافظ محمد خالد شفیع اور دیگر رہنماؤں نے بھی خطاب کیا۔ جلسہ کی صدارت چودھری فضل محمد نے کی۔ اگلے روز شاہ صاحب نے اجتماع جمعہ سے بھی خطاب کیا۔

محمد مغیرہ — ربوہ۔

رُوداد شہداءِ ختمِ نبوّت کانفرنس ربوہ

پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ دونوں نے قادیانیوں کو نوازا ہے۔

قادیانی پاکستان میں اپنے حق سے زیادہ وسائل پر قابض ہیں

کفر وارتداد کی تبلیغ کو نہ روکا گیا تو ملک میں ایک بڑی دینی تحریک چل سکتی ہے۔

موجودہ نظامِ جمہوریت ہی تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر عمل کئے بغیر اسلامی انقلاب ناممکن ہے۔

شہداء ختم نبوت کا مشن زندہ ہے۔ احرار کارکن جدوجہد جاری رکھیں

مسجد احرار ربوہ میں سولھویں سالانہ شہداء ختم نبوت کانفرنس سے قائد احرار سید عطاء المحسن بخاری اور دیگر عمائدین کا خطاب۔

۳۱ مارچ اور یکم اپریل کو مجلس احرار اسلام پاکستان کے زیر اہتمام سولھویں سالانہ دوروزہ شہداء ختم نبوت کانفرنس مسجد احرار میں پورے تزک واحتشام سے منعقد ہوئی مقامی مجلس کے کارکنوں نے استقبالیہ کے انتظامات میں کوئی کمی نہ اٹھا رکھی تھی۔ ربوہ کی فضائیں تاج و تخت ختم نبوت زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے گونج رہی تھیں، سرخ پرچموں کی اڑانوں اور سرخ قمیصوں میں ملبوس احرار رضاکاروں کی چہل پہل نے ربوہ کے ماحول میں عجیب سماں پیدا کردیا تھا۔ بس سٹاپ پر مجلس احرار اسلام ربوہ کے نوجوان کارکن سرخ وردیاں پہنے اپنے کیمپ میں موجود تھے اور مختلف شہروں سے آنے والے احرار قافلوں کی رہنمائی اور استقبال کا فریضہ نہایت احسن طریقہ سے انجام دے رہے تھے۔ ۳۱ مارچ کو رات گئے تک اور یکم اپریل کو نماز جمعہ سے قبل احرار قافلے جوق در جوق مسلسل پہنچ رہے تھے۔ اس مرتبہ اجتماع کی حاضری سابقہ تمام اجتماعات سے زیادہ تھی اور کارکنوں کا جذبہ و شوق بھی دیدنی تھا۔

۳۱ مارچ کو بعد نماز مغرب قائد تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت ابنِ امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری نے احرار کارکنوں کی تربیتی نشست سے خطاب فرمایا۔ اور مختلف موضوعات پر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ گفتگو فرمائی۔ آپ نے توحید و ختمِ نبوت، اسوۂ صحابہ، اجماعِ امت، قرآن کریم کی اہمیت، جدید عصری سیاسی تقاضے اور احرار کارکنوں

کی ذمہ داریاں، برصغیر کی تحریک آزادی میں مسلمانوں کی فکری اور اعتقادی اور سیاسی تربیت میں مجلس احرار اسلام کا حصہ، احرار کا آئندہ لائحہ عمل ایسے اہم عنوانات پر نہایت مدلل اور واضح نکتہ نظر پیش کیا۔ کارکنوں نے جس انہماک اور توجہ سے آپ کا بیان سنا وہ منظر مثالی تھا۔ یکم اپریل کو نمازِ فجر کے بعد حضرت شاہ جی نے درسِ قرآنِ کریم بھی ارشاد فرمایا۔ علاوہ ازیں مقامی اخباری نمائندوں سے بھی گفتگو فرمائی اور مختلف سوالات کے جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

قادیانی امریکی اشارے پر تحریکِ آزادیٔ کشمیر کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ وہ تھرڈ آپشن اور تقسیم کشمیر کی تجاویز کے ذریعے جہادِ کشمیر کی تمام محنت کو سبوتاژ کر رہے ہیں۔ کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے اسلئے نقصان پہنچا تو پاکستان کی سلامتی خطرہ میں پڑ جائے گی۔

انہوں نے کہا کہ احرار شہداء ختم نبوت کے خون کے وارث ہیں اور اس وراثت کو چھوڑنا اپنے عقیدہ و فکر سے غداری تصور کرتے ہیں۔

قادیانی اسلام کے غدار ہیں اسلئے وہ ملک کے وفادار نہیں ہوسکتے ہیں۔ قادیانیوں نے خلافت عثمانیہ کے خاتمہ پر گھی کے چراغ جلائے، باؤنڈری کمیشن میں سر ظفراللہ نے کشمیر کے علاوہ کئی علاقوں سے پاکستان کو محروم کیا اور اب باقی ماندہ مرزائی پاکستان کو تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی دونوں کے مقاصد میں اسلام نہیں ہے دونوں نے اپنے اپنے عہد اقتدار میں قادیانیوں کی سرپرستی کی ہے۔ اب پھر پی پی حکومت اور پنجاب کی وٹو حکومت قادیانیوں کو نواز رہی ہے۔ مجلسِ احرار اسلام موجودہ اور سابقہ حکومت کے اس رویہ کو سخت تشویش کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ خصوصاً حکومتی حلقوں میں قادیانیوں پر قائم مقدمات کی واپسی کے رجحان اور پالیسی کی ہم شدید مذمت کرتے ہیں اگر ایسا کیا گیا تو یہ اسلام اور پاکستان سے غداری ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ مرزائی بیرون ملک پاکستان کو بدنام کر رہے ہیں کہ پاکستان میں ان کے حقوق غصب کئے جارہے ہیں حالانکہ مرزائی اپنے تناسبِ آبادی سے دوگنی اور تگنی ملازمتوں پر قابض ہیں اور حکومت نے انہیں حقوق سے تجاوز کی کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ آئین کی رو سے انہیں مکمل مذہبی آزادی حاصل ہے۔ مگر وہ مسلمانوں کے دینی شعائر کو مسلسل مجروح کر رہے ہیں۔ ان کا دل آزار لٹریچر شائع ہورہا ہے اور غیر قانونی اجتماعات بھی منعقد ہو رہے ہیں۔ قادیانیوں پر صرف اتنی پابندی ہے کہ وہ مسلمانوں کے دین میں مداخلت نہ کریں اپنے دھرم کو اسلام نہ کہیں اور مسلمانوں کا کلمہ پڑھ کر دھوکہ نہ دیں۔ اسلامی شعائر کو اپنے دھرم کا حصہ نہ بنائیں۔ اور مسلمانوں کو ارتداد کی تبلیغ نہ کریں۔ مگر وہ مسلسل اس کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ قادیانیوں نے جب اپنا نبی الگ بنایا ہے تو انکا دین بھی الگ ہوگیا۔ قرآن و سنت کی رو سے انہیں قطعاً یہ حق نہیں پہنچتا کہ اسلام کو اپنی پہچان کا حوالہ بنائیں۔ انہوں نے کہا کہ تحریکِ تحفظ ختم نبوت کے کارکن ہر قیمت پر دینی شعائر اور عقیدۂ ختمِ نبوت کی حفاظت کریں گے۔ یہ مسئلہ بڑا حساس اور نازک ہے۔ اگر حکومت نے اس سلسلہ میں نرم رویہ اختیار کیا تو مسلمان سخت مزاحمت کریں گے۔ اور ایسی کسی کوشش کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔

سید عطاء المحسن بخاری نے کہا کہ قادیانیوں کے محاسبہ و تعاقب کی سب سے پہلی منظم عوامی آواز ہندوستان میں

پ احرار اسلام نے بلند کی۔ تمام مسلمانوں کو متحد کیا، قادیانیوں کے اسلام اور وطن دشمن عزائم سے عوام اور حکمران کو آگاہ کیا پھر قیام پاکستان کے بعد جب قادیانی سازشوں نے سر اٹھایا تو ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت کے ذریعے احرار رہنماؤں نے ان کا سر کچل کر رکھ دیا۔ تب مسلم لیگی وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین کے حکم پر ملعونِ اعظم جنرل اعظم خان نے مارشل لاء لگایا اور دس ہزار فدائینِ ختم نبوت کے سینے امپورٹڈ گولیوں سے چھلنی کر دیئے۔ انہوں نے کہا کہ قادیانی اب پھر پر تول رہے ہیں اور ۱۹۷۴ء کے متفقہ فیصلہ کو امریکی دباؤ کے ذریعے بدلنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے خبردار کیا کہ اگر حکومت نے اس نازک اور حساس ایمانی مسئلہ کو چھیڑا تو حالات حکومت کی گرفت سے باہر ہوجائیں گے۔ پاکستان میں جو لابیاں قادیانیوں کی سرپرستی کر رہی ہیں وہ منہ کی کھائیں گی۔ ہم وہ تمام چھپے ہاتھ عوام میں ظاہر کردیں گے جو ان کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔ انہوں نے حکومت کو متنبہ کیا کہ اگر وہ اپنے اقتدار کا تحفظ چاہتی ہے تو اسلام اور وطن کے غدار قادیانیوں کی سرگرمیوں کا نوٹس لے اور انہیں آئین پر عملداری کا پابند کرے۔

انہوں نے واضح طور پر کہا کہ قادیانیوں کے لئے اب اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ وہ ارتداد سے توبہ کر کے اسلام قبول کر لیں، ملک کے آئین میں متعین اپنی حیثیت کو تسلیم کر لیں۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے تو پاکستان میں ان کے لئے کوئی جگہ نہیں۔

قبل از نماز جمعہ کانفرنس کی دوسری اور آخری نشست کا آغاز ہوا، جس میں ابن امیر شریعت سید عطاء المؤمن بخاری نے اپنے انتہائی مؤثر، پر مغز اور فکر انگیز خطاب میں عقیدۂ ختم نبوت کو ایک مسلمان کی زندگی کا مرکزی نقطہ قرار دیتے ہوئے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر مسلمانوں کے عملی کردار پر بڑی شرح و بسط سے گفتگو فرمائی۔ آپ نے موجودہ سیاسی نظام جمہوریت کو مسلمانوں کی زبوں حالی کا سبب قرار دیتے ہوئے کہا کہ دینی قوتوں کو جمہوری سیاست نے تباہ و برباد کر کے منتشر کر دیا ہے انتخابی سیاست نے قوم کو کرپٹ کرنے کے ساتھ ساتھ مذہبی قوتوں کو بھی کرپٹ کر دیا ہے اور یہ اس نظام ریاست و سیاست کا خاصہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ علماء کا بنیادی کام عوام میں ذہنی بیداری پیدا کرنا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے قرآنی حکم پر سختی سے عمل کرنا ہے۔ اسکے بغیر پاکستان میں باکردار دینی قیادت اور اسلامی انقلاب کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے کہا کہ جمہوری نظام پوری دنیا میں ناکام ہوچکا ہے اور اقوام عالم کو بد امنی و بے سکونی سے دوچار کرنے کے بعد اب آخری ہچکیاں لے رہا ہے انہوں نے کہا کہ ایجنسیوں کی بیساکھیوں کے سہارے چلنے والا کوئی بھی نظام کسی بھی خطہ میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ حضرت شاہ صاحب نے کشمیر، بوسنیا، سوڈان، الجزائر، صومالیہ، تاجکستان اور افغانستان میں مسلمانوں کی پریشانیوں کا اصل ذمہ دار امریکہ اور یورپ کے دیگر کفار و مشرکین کو قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں بھی یہی طاقتیں سازشوں میں مصروف ہیں اور پوری منصوبہ بندی کے تحت تہذیبی یلغار سے قوم کے اخلاق و اقدار کو تباہ کر رہے ہیں

انہوں نے مجلس احرار اسلام کے کارکنوں سے عہد لیا کہ وہ منکرات و فواحش کے خلاف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حکم پر سختی سے عمل پیرا ہوں گے۔

کانفرنس سے مولانا محمد اسحٰق سلیمی، چودھری ثناء اللہ بھٹہ، عبداللطیف خالد چیمہ، سید محمد کفیل بخاری، مولانا

محمد مغیرہ ،مولانا اللہ بخش، حافظ انیس الرحمن ،ابو سفیان تائب، حافظ کفایت اللہ، مولانا غلام مصطفیٰ اور دیگر رہنماؤں نے بھی خطاب کیا۔ خطبۂ جمعہ سے قبل مسجد احرار ربوہ کے خطیب و منتظم حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے مختصر بیان فرمایا۔ بعد ازاں خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا اور آپ ہی کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا کی گئی۔ کانفرنس میں چند قرار دادیں بھی منظور کی گئیں۔

۱۔اگر حکومت نے قادیانیوں کے خلاف قائم مقدمات واپس لئے تو اس کا سخت نوٹس لیا جائے گا۔

۲۔قادیانیوں کے تمام رسائل و جرائد پر پابندی عائد کی جائے۔ کیونکہ وہ انکے ذریعے کفر وارتداد پھیلا رہے ہیں

۳۔خاص طور پر سندھ اور دیگر صوبوں میں قادیانیوں کی سرگرمیوں کی کڑی نگرانی کی جائے۔ ربوہ اور دیگر علاقوں میں موجود مرزائیوں کے پرائیویٹ ٹی وی پروجیکٹر ضبط کیے جائیں جن سے مرزا طاہر کی تقریریں لوگوں کو ٹی وی پر زبردستی سنوائی جارہی ہیں۔

۴۔ربوہ میں سرکاری اداروں میں قادیانیوں کی ناجائز بھرتی بند کی جائے۔

۵۔ربوہ ہی کی سرکاری اراضی پر مرزائیوں کا ناجائز قبضہ ختم کرایا جائے اور حدود کمیٹی ربوہ میں مسلمانوں کے لئے دکانوں کی علیحدہ مارکیٹ بنائی جائے۔

کانفرنس عصر کی نماز تک جاری رہی اور آخر میں حضرت پیر جی مدظلہ کی رقت انگیز دعاؤں کے ساتھ اختتام کو پہنچی۔

واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر

مصنف: مولانا عتیق الرحمن سنبھلی۔ مقدمہ: مفکر اسلام حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

- واقعہ کربلا سے متعلق افسانوی کہانیوں کی اصل حقیقت
- تاریخ میں دجل و تلبیس کے حیرت انگیز واقعات
- اصحابؓ بنو امیہ سے بغض و حسد کے اسباب۔
- تاریخ و سیرت سے دلچسپی رکھنے والے ہر باذوق قاری کے لئے انتہائی اہم کتاب

قیمت ۶۰ روپے

راوی پبلشرز، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔

بخاری اکیڈمی
دار بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

ساغر اقبالی

زبان میری ہے بات انکی

جناب ساغر اقبالی کے رواں تبصروں کے بعض حصے پرانی خبروں پر مشتمل ہیں۔ مسودہ کاغذات میں کہیں گم ہو گیا اور چھپنے سے رہ گیا چونکہ یہ تبصرے بھی فائدہ سے خالی نہ تھے۔ اس لئے شائع کئے جا رہے ہیں۔ (ادارہ)

دنیا بھر میں راسخ العقیدہ، مروجہ نظام سے لڑ رہے ہیں۔ اسلام مغرب کے یخ بستہ اور بانجھ سیکولرازم کا جواب ہے۔ امریکی پروفیسر۔ (خبریں ۷ دسمبر ۹۳ء)۔

پاکستانی مولوی سیکولرازم کے اندھے کنویں کی طرف سے سرپٹ اور بگٹٹ بھاگ رہا ہے، جاہلیت جدیدہ نے الیکشنی مولوی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔اے کاش پاکستانی الیکشنی مولوی اور "کالا انگریز" دونوں راسخ العقیدہ مسلمان بنیں اور مروجہ نظام سے لڑیں۔

عالم انسانیت ہتھیار پھینک کر بھائی چارے کے چیلنج کو قبول کرے (پوپ پال۔ خبریں ۷ دسمبر ۱۹۹۳ء)

بوسنیا فنا کے گھاٹ اتار کے، فلسطین کا حلیہ بگاڑ کے، کشمیر کو آگ میں ڈال کے اور انکی چتاؤں پہ ناچ کر عیسائی پوپ پال کو اب انسانیت یاد آئی۔ہائے کمبخت کو کس وقت خدا یاد آیا۔

امیر شریعت فرمایا کرتے تھے کہ لعنت بر پدر فرنگ۔

ساہیوال، بائی پاس ملتان روڈ پر ڈاکوؤں کا قبضہ۔ (خبریں ۷ دسمبر ۹۳ء)

ساہیوال بھی معلوم ہوتا ہے پاکستان کا ہی کوئی شہر ہے کبھی اس پہ رشوت خوروں کا قبضہ ہوتا ہے۔ کبھی کام چوروں کا قبضہ ہوتا ہے کبھی حرام خوروں کا قبضہ ہوتا ہے۔ کبھی آدم خوروں کا قبضہ ہوتا ہے کبھی سود خوروں کا قبضہ ہوتا ہے۔ کبھی سرداروں کا قبضہ ہوتا ہے۔ کبھی صنعت کاروں کا آج کل جاگیرداروں اور ڈاکوؤں کا قبضہ ہے۔

کچی آبادیوں کو مارچ تک مالکانہ حقوق ملیں گے۔ وٹو (خبریں ۷ دسمبر ۹۳ء)

وہی میری کم نصیبی وہی تیری بے نیازی........اے اقتدار ترا برا ہو!

وہ دیکھو وزیراعظم بھاگ رہی ہیں، مجھے جس ڈکٹیٹر کا بیٹا کہا جاتا ہے اسی ڈکٹیٹر کو انکا باپ ڈیڈی کہا کرتا تھا۔ (گوہر ایوب۔ خبریں ۷ دسمبر ۹۳ء)

پھر تو آپ کی بھتیجی حکمران ہے، جھگڑا کیوں؟

جھگڑا صرف کرسی کا ہے۔ نصرت بھٹو (جنگ ۷ دسمبر ۹۳ء) آپ کی بھابی فرماتی ہیں۔

جمہوریت اسی بک بک کا نام ہے۔

موجودہ حکمران طبقہ انگریز کا ایجنٹ ہے شیخ رشید (جنگ ۷ دسمبر ۹۳)

اور مسلم لیگ؟ شیخ صاحب! یہ تو سوتنوں کی لڑائی ہے۔

جمہوری سیاست میں کوئی بات حرف آخر نہیں!۔
کل کے دوست آج کے دشمن اور کل کے دشمن آج کے دوست!

(بزرگ ماہر جمہوریت، جناب نوابزادہ نصراللہ خان)

بیکار مباش کچھ کیا کر
پاجامہ ادھیڑ کر سیا کر

عام معافی دینے سے ۸۰ فیصد ڈاکو گرفتاری پیش کر دیں گے۔ قادر مگسی چیئر مین جئے سندھ ترقی پسند پارٹی (خبریں ۲۷ دسمبر ۹۳ء)

بڑے گہرے مراسم معلوم ہوتے ہیں جناب! آج کل تو گاڑھی چھنتی ہے، گاڑھی، سیاں بھئے کو توال اب ڈر کا ہے کا۔

بنگلہ دیش نیشنل سٹیزن فورم نے پاکستان کی وزیراعظم بے نظیر بھٹواور بنگلہ دیش کی وزیر اعظم خالدہ کو "ویمن آف دی ائیر" قرار دیا ہے۔ (پاکستان ۲ جنوری ۹۴ء)

نیشنل سٹیزن فورم نے انکشاف نہیں کیا۔ دونوں ایک عرصہ سے عورتیں ہیں اور پاکستان کی وزیر اعظم آج کل بے نظیر زرداری ہیں بے نظیر بھٹو نہیں نیشنل سٹیزن فورم اصلاح کر لے۔

پاک بھارت مذاکرات کے خلاف اسلام آباد میں جماعت اسلامی کا مظاہرہ، آزاد کشمیر میں ہڑتال، مسلم کانفرنس اور جماعت اسلامی کی مشترکہ ریلی۔ (پاکستان ۲ جنوری ۹۴ء)۔

یہ ہیں جمہوری ہتھکنڈے، الیکشن میں ذلت اٹھانے کے بعد اب تلاش عزت! جس کی تلاش میں تو کوچۂ رقیب میں بھی سر کے بل گیا۔

مذاکرات بے مقصد رہے تو پھر کبھی بات چیت نہیں ہو سکے گی (پاکستان ۲ جنوری ۹۴ء)

مذاکرات جمہوریت کا حصہ ہیں۔ اور جہاد اسلام کا حصہ، کشمیر جہاد مانگتا ہے کشمیری جہاد کر رہے ہیں، جمہوری گرگو! جہاد کی بات کرو!

۷۷ء کے بعد پیپلز پارٹی ہی کے دور میں پولیس والے جوتوں سمیت مسجد میں گھس گئے۔ (خبریں ۲ جنوری ۹۴ء)

خبریں والے ریکارڈ درست کریں ۵۳ء میں مسلم لیگ کے منحوس دور حکومت میں بھی پولیس والے خبیث مسجدوں میں جوتوں سمیت داخل ہوئے تھے۔ ڈنڈے برسائے تھے، گولیاں چلائی تھیں۔ مسجد وزیر خاں آج تک لیگی حکومت کی درندگی پر نوحہ کناں ہے۔ تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو۔

نیوائر نائٹ میں منی سکرٹ والی خواتین کو ہنگامے کے دوران پریشانی۔ (خبریں ۲ جنوری ۹۴ء)

بہت تیرے نخرے میں گرم مسالہ، دل بھی کالا منہ بھی کالا

خواتین کے معزز لفظ کی مستحق نہیں، یہ لونڈیاں ہیں لونڈیاں! بلکہ لونڈی بچیاں ہیں لعنت ہے ان کمینیوں پر

میریٹ ہوٹل میں کپل ڈانس، روشنیاں، بجھا کر لوگوں کو نیو ایئر منانے کا موقع دیا گیا۔ (خبریں ۲ جنوری ۹۴ء)
ایسے ہی چند ہزار بد معاش مرد اور بد معاش عورتیں نیو سوشل کنٹریکٹ کی زندہ تفصیل ہیں۔
یہ تیرا پاکستان ہے یہ میرا پاکستان ہے نیا پاکستان، بھٹو کا پاکستان، بھٹو فیملی کا پاکستان،
قائد اعظم اور ڈاکٹر اقبال کے خوابوں کی تعبیر؟؟؟
جاوید اقبال اس محفل سے باہر کیسے رہ گئے؟

قومی اسمبلی میں ارکان نے ایک دوسرے کو سوّر اور بندر کہا۔ (ایک خبر)
کیا عوام نے اسمبلی میں سوّر اور بندر چن کر بھیجے تھے؟

سیاست سے گند صاف کرنے آیا ہوں۔ (مرزا اسلم بیگ)
کیا کہنے آپ کی جاروب کشی کے! مہران بینک بھی صاف کر دیا۔

نواز دور میں گھپلے کرنے والوں کی چمڑی ادھیڑ دی جائے گی (وٹو)
نواز دور کے حکمران بھی آپ ہی تھے یہ الگ بات کہ چمڑی پر ایک اور چمڑی چڑھالی ہے۔

بے نظیر حکومت مزید دو تین سال چلنی چاہئے (مولانا اعظم طارق)
اس بیان پر تبصرہ منع ہے!

گوہر ایوب سے اونچا بول سکتی ہوں۔ (بے نظیر)
کیوں نہیں۔ آپ کے والد گوہر ایوب کے والد کو ڈیڈی کہا کرتے تھے۔

میں بہت شرمیلا تھا۔ کسی خاتون سے ملنا تو در کنار بات تک نہیں کر سکتا تھا۔ (وٹو)
پہلے آتی تھی شرم تھوڑی سی مگر اب..................

حکومت اور اپوزیشن دونوں چور لٹیرے ہیں۔ (جے سالک)
کچھ آپ بھی تو ہیں۔ کیا چیچو چیچ گنڈیریاں ہیں۔

بے نظیر حکومت صحیح معنوں میں اسلامی اقدار کی علمبردار ہے۔ بھٹو کی بیٹی خلافت کے خواب کو عملی شکل دے گی۔ (مولانا عبدالقادر آزاد)
حب جاہ اور حب مال میں متاع دین اور آخرت برباد کرنے والو! روز محشر حضور ﷺ کو کیا منہ دکھاؤ گے۔

فوج میرے ماتحت ہے۔ (بے نظیر)
جنرل ضیاء الحق بھی بھٹو کے ماتحت تھا۔

صدر نے ۱۵ مربع زمین کی خاطر مزارع کو تھپڑ مارے اور زبردستی قبضہ کر لیا (جاوید ہاشمی)
تہجد گزار صدر پر الزام تو نہ لگائیں ہاشمی صاحب!

انصاف خود مظلوم تک پہنچے گا۔ (وٹو)
اور ظالم یوں ہی دندناتے پھریں گے۔!

ڈسکہ کے تھانیدار نے باپ بیٹوں اور ان کی رشتہ دار خاتون کو حوالات میں ننگا کر دیا۔
ہزار لعنت ہے تجھ پر، ابلیس کا فرزند ہے تو۔

عوام کی منتخب وزیر اعظم ہوں۔ (بے نظیر)
ٹی وی پروگرام "لوک ورثہ" سے پتا چلا کہ صرف نٹ، ڈوم، میراثی، نشئی، جوئے باز، ناچ گانے کے رسیا لوگ آپ کے عوام ہیں اور ان کی منتخب و محبوب وزیر اعظم!

پاکستان اور ایران ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر علاقائی قوت بن سکتے ہیں۔ (ناطق نوری سپیکر ایران)
اسی لئے آپ نے کشمیر کے مسئلے پر پاکستان کو ہاتھ دکھا دیا!

غلام اسحق خان پورے جوبن پر تھے ہم نے پٹہ ڈال دیا۔ (جسٹس نسیم حسن شاہ)
معاف کیجئے شاہ صاحب! یہ کوئی نیا محاورہ ہے؟

ہماری حکومت کمزور نہیں ہے (بے نظیر)
آپ کے والد ماجد نے کہا تھا "میری کرسی مضبوط ہے"۔

بنیادی طور پر میری وزارت "سیکس منسٹری" ہے۔ (جے سالک)
گویا آپ سیکس منسٹر ہیں!

غلام اسحق کو بیٹے کی شادی پر دعوت دینے گیا تھا۔ اسے سیاسی رنگ دیا جا رہا ہے۔ (گورنر الطاف)
پھپھڑ لگتا ہے آپ کا؟

حکومت راشن ڈپو بنا کر عوام کو ذلیل کرنا چاہتی ہے۔ (چودھری شجاعت)
لائناں دے وچ دھیاں بہناں چینی، گھی تے آٹا لیناں
اگے منڈے پچھے منڈے نت تماشا ویکھن غنڈے

حکومت کروڑوں روپے خرچ کر کے مجرے کروا رہی ہے۔ (راؤ قیصر)
مراثیوں سے اور کیا توقع کی جا سکتی ہے؟

مولانا فضل الرحمن اور نورانی میاں میں پھر علیحدگی (ایک خبر)
اسلامی جمہوری محاذ ختم ہو چکا ہے۔ وہ صرف الیکشن کا اتحاد تھا (نورانی)
برا ہو جمہوریت کا' اس عراق کا - ...عد یہی سیاپا ہوتا ہے۔

فدائے احرار، عظیم مجاہد آزادی
مولانا محمد گل شیر شہید
مؤلف: محمد عمر فاروق : قیمت /۱۵۰ روپے

صاحب طرز ادیب، مفکر احرار
چودھری افضل حق رحمۃ اللہ کی
نایاب اور اہم کتاب "شعور"
قیمت — ۳۵ روپے

مبصرہ ایس ایس بخاری

جہانِ نسواں

اس جرم پہ مارا کہ گنہگار نہ تھا۔

آج صبح اخبار اٹھاتے ہی جس خبر پر نظر پڑی وہ یہ ہے "پرائمری تعلیم لازمی کا مسودہ تیار، تعلیم نہ دلانے والے والدین کو سزا دی جاسکے گی جو جرمانہ کے علاوہ قید کی صورت میں بھی ہو سکتی ہے۔" (نوابزادہ منصور احمد) نہ جانے کیوں پھر اس کے بعد مزید کسی خبر کو دیکھنے پر طبیعت آمادہ نہ ہوئی۔ دل و دماغ میں اک کشمکش سی پیدا ہوئی تو چشم تصور میں ان ہزاروں مجرم والدین کے چہرے آگئے جو اپنے بچوں کو تعلیم نہیں دلاتے۔ اور پھر میرے دل میں اک عجیب سی خواہش پیدا ہوئی۔ میرا جی چاہا کہ چند وہ مجرم والدین جن کو میں ذاتی طور پر جانتی ہوں ان کا تعارف آپ سب سے اور ارباب بست و کشاد سے کراؤں۔ ویسے بھی کسی قانونی مجرم کی پردہ پوشی کوئی اچھی بات نہیں۔

سب سے پہلے میں اس عورت کا ذکر کروں گی جسے میں نے ہوش سنبھالتے ہی اپنے گھر آتے دیکھا۔ اس کا گھر بار اور شوہر آزادی کی بھینٹ چڑھے۔ بیٹا ہے نہیں۔ بیوگی میں دو بیٹیاں پالیں اور بیاہ دیں ایک اپنے گھر میں ہے اور دوسری کو میاں نے مع تین بچوں کے طلاق دے کر بھیج دیا ہے۔ اور اب صورت حال کچھ یوں ہے کہ وہ خود ہڈیوں کا ڈھانچہ چند مخصوص گھروں سے آٹا وغیرہ مانگ کر لے جاتی ہے، اسکی مطلقہ بیٹی کسی کے ہاں اپلے تھاپتی ہے اور اسکی مزدوری میں اسے چولہا جلانے کو اپلے مل جاتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ چولہا جلانے کی نوبت دو، دو دن نہیں آتی، بچوں کی عمریں اتنی ہیں کہ اگر انہیں کسی کام پر لگایا جائے تو معاشرہ اسے ظلم سمجھتا ہے، اور اگر انہیں پڑھانے کا سوچا جائے تو تعلیمی اخراجات کسی اژدھے کی طرح نگلنے کو تیار ہیں۔ لہذا بچوں کے شب و روز گلیوں سڑکوں میں گزرتے ہیں۔

شریفاں بھی ہمارے معاشرے کا ایک فرد ہے۔ میں نے جب اسے دیکھا تو وہ پرانے نائیلون کے بدلے پیالے دے رہی تھی اور آج آٹھ دس سال گزرنے کے بعد بھی اسکی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ پہلے میاں بھی ساتھ دیتا تھا اور ٹوکریاں بنا کر بیچتا تھا لیکن اب وہ بھی فوت ہو گیا ہے، بڑے بچے اپنے اپنے گھروں میں ہیں چھوٹا لڑکا اور لڑکی اس کے پاس تھے پچھلے دنوں اسکی لڑکی شدید بیماری کی لپیٹ میں آگئی ساری جمع پونجی لگانے کے بعد بھی جب آرام نہ آیا تو وہ کسی کے گھر بیٹی کی زندگی کا سوال کرنے گئی اور جب وہ قرض لے کر لوٹی تو اسکی بیٹی ہر دکھ اور مصیبت سے آزاد ہو چکی تھی۔ بلکہ ماں کو بھی ایک نئی مصیبت یعنی قرض سے بچا گئی تھی۔

بیٹا جسکی عمر بارہ تیرہ سال ہے ایک چائے کے ہوٹل پر کام کرتا ہے اور وہ خود اسی طرح پیالے بیچتی ہے کسی دن جب نوبہار کی نہر سے چل کر کچہری روڈ تک چار پانچ میل کا سفر طے کرنے کے بعد اسکی ایک پیالی بھی نہیں بکتی تو بے اختیار اسکی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑتے ہیں وہ بیٹے کو پڑھانے کی خواہش رکھتی ہے لیکن فاقوں کا تصور

اسکی اس خواہش کو کچل دیتا ہے اور اسے جھرجھری سی آجاتی ہے۔

روبینہ کا شمار کلاس کی ذہین لڑکیوں میں تھا گزشتہ دنوں پتہ چلا کہ وہ سکول چھوڑ گئی ہے بڑی حیرت ہوئی ۔لیکن بعد میں جو وجہ معلوم ہوئی وہ بھی سنیئے! باپ ٹی بی کا مریض، بھائی کسی کی پاور لومز پر ملازم ہے کبھی کام مل جاتا ہے اور کبھی ہفتوں فارغ، ماں گھر میں چرخہ چلاتی تھی اور گزارہ ہوتا تھا لیکن اب اسکی ہمت بھی جواب دے گئی ہے۔لہذا اب روبینہ دن رات چرخہ چلا کر سوت باٹتی ہے اور چرخہ چلاتے ہوئے جب اسے اپنی تعلیم کا خیال آتا ہے تو اسکی آنکھوں سے نکلنے والے آنسو اسکے ہاتھوں بٹے ہوئے سوت میں جذب ہو جاتے ہیں۔اس کے دل میں یہ خواہش بھی ابھرتی ہے کہ وہ اپنے چھوٹے بہن بھائی کو تعلیم دلوائے لیکن جب وہ اپنے حالات کا جائزہ لیتی ہے تو اسے اپنی یہ خواہش پوری ہوتی نظر نہیں آتی اور چھن سے کوئی چیز اس کے اندر ٹوٹتی ہے تو وہ انتہائی تیزی سے چرخہ چلادیتی ہے تاکہ اسکی آواز میں اسے اپنے اندر کا شور نہ سنائی دے۔

ملاحظہ فرمائیے یہ ہیں وہ مجرم جن کے لئے سزا کا قانون تجویز ہو چکا ہے اور اسمبلی کے پاس کرنے کی دیر ہے۔ہمارا نہیں بلکہ کسی بھی قوم کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ زمام اقتدار ایسے لوگوں کے ہاتھ آئے جنہوں نے زندگی کے فراز ہی فراز دیکھے ہوں نشیب کا ان سے کیا تعلق؟ منہ میں سونے کا چمچ لے کر پیدا ہونے والے کیا جانیں کہ کچھ وجود روکھے نوالے کو بھی ترستے ہیں لاکھوں بلکہ کروڑوں کی مالیت کے بنگلوں میں رہنے والوں کو کیا پڑی کہ کچی بستی کے مکینوں کی حالت زار سے واقف ہوں، پاجیرو، لینڈ کروزر میں سفر کرنے والے کو کیا مجبوری ہے کہ وہ سائیکل سوار کی طرف نگاہ بھی اٹھائے، جس کے بچوں کا ماہانہ سکول خرچ دس ہزار ہو اسے کسی پاگل کتے نے کاٹا ہے جو وہ یہ جانتا پھرے کہ کسی کے پاس ایک پینسل خریدنے کی بھی استطاعت نہیں ۔ نوابزادہ صاحب بھی آخر جدی پشتی نواب ہیں انہوں نے اگر یہ اعلان فرمایا ہے تو بالکل بجا ہے۔لیکن ان سے کسی سوال سے قبل تصویر کے دوسرے رخ کی ایک ہلکی سی جھلک بھی ضروری ہے۔ کالج اور یونیورسٹیوں کو تو چھوڑیئے کہ وہ تو ہیں ہی جیالوں کی کمیں گاہیں، پرائمری اور سیکنڈری سکولوں کی صورت حال کسی سے پوشیدہ نہیں یہ اور بات کہ جرأت رندانہ نہیں۔ معلم اور معلمات آپس میں ہزارہا اختلاف کے باوجود ایک بات پر پوری قوت سے متفق ہیں اور وہ یہ ہے کہ بچوں کو سکول میں کچھ نہ پڑھایا جائے۔ کیوں؟ وجہ صاف ظاہر ہے کہ ٹیوشن جاتی ہے۔امتحان میں کامیابی پر جو بچہ اپنی کسی مجبوری کی بنا پر استاد کی "خاص خدمت" کرنے سے محروم رہ جائے تو وہ پھر یہ نوشتۂ دیوار پڑھ لے کہ آئندہ وہ نمایاں کامیابی کا تصور بھی دل سے نکال دے خواہ وہ پڑھائی میں دن رات ایک کیوں نہ کردے ۔آپ اعدادو شمار کرکے دیکھ لیں بچوں کی حاضریاں زیادہ ہیں یا قوم کے معماروں کی؟

میں نے ایک انتہائی معروف سکول میں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ بچیاں جو چادریں اوڑھ کر آتی ہیں وہی انہوں نے برآمدے میں دھوپ کی تپش سے بچنے کے لئے لگا رکھی تھیں کیونکہ ان کا کلاس روم یہی ہے۔

میرے خیال میں آپ کے نزدیک تو یہ تمام باتیں بھی تعلیمی جذبہ، شوق اور لگن پیدا کرنے میں ممدو معاون ہیں۔چلیے مان لیتے ہیں کہ یہ بھی درست ہے۔اور پھر جب واقعی کچھ دھن کے پکے نہ صرف یہ بلکہ اس قسم کی ہر سطح پر پیش آنے والی کارروائیوں سے نبرد آزما ہو کر ڈگریاں لے کر نکلتے ہیں تو مستقبل کا خوف ان کی رگوں میں خون

بھی منجمد کر دیتا ہے۔ جب ایک ایم بی بی ایس ڈاکٹر سیلز مین یا میڈیکل ریپ بننے پر، چار ایم اے کرنے والا کلرکی پر ،ایم فل کرنے والا میڈیکل سٹور کھولنے پر مجبور ہو جاتا ہے تو اس وقت کسی کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی ۔ خان صاحب! کیا آپ یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ ان کو اس صورت حال سے دو چار کرنے والے مجرموں کے لئے بھی کوئی قانون اسمبلی میں لایا جا رہا ہے؟ آپ کیا جانیں کہ انکو معاشرے میں اعلیٰ مقام دلانے، تعلیم یافتہ اور معزز شہری بنانے کے لئے انکے والدین نے یا خود انہوں نے کیا کیا اذیتیں برداشت کی ہیں۔ عمر کا بہترین حصہ صرف کرنے اور حوصلہ شکن تعلیمی اخراجات برداشت کرنے کے بعد ماسوائے مایوسی اور کاغذ کے ایک ٹکڑے کے "کہ جسکا نام آپ نے ڈگری رکھ چھوڑا ہے" اور کیا ملا؟ کون سے والدین ہیں جو نہیں چاہتے کہ ان کی اولاد معاشرے میں معزز و ممتاز مقام کی حامل ہو، لیکن جب معاشی مجبوریاں، معاشرتی ناہمواریاں اور طبقاتی کشمکش ان کے اعصاب شل اور ان کے حوصلے پست کر دیتی ہیں تو وہ یہ سب کچھ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کیا آپ اس پر اظہار خیال فرمائیں گے کہ لازمی تعلیم کے قانون کے نفاذ کے بعد آپ ایسے والدین اور ان بچوں کی کفالت، تعلیمی اخراجات اور معاشی ضروریات کا بھی بندوبست کریں گے؟ کیا آپ والدین کے اس خدشے اور وسوسے کو دور کر سکیں گے کہ ان کا بچہ جب تعلیمی ادارے سے فارغ ہوگا تو اسکے ہاتھ میں ڈگریاں ہوں گی یا کلاشنکوف؟ وہ معاشرے کا ایک با کردار اور صالح فرد ہوگا یا کسی سیاسی جماعت کا آلہ کار؟ اور میرے خیال میں یہ ضمانت دینے کی پوزیشن میں تو آپ ضرور ہیں کہ جب انکا بچہ ڈگری لے کر نکلے گا تو اس کے حق کو تسلیم کرتے ہوئے آپ اسے فوراً ملازمت دے دیں گے..... آخر میں ایک ذاتی سا سوال، نوابزادہ صاحب! آپ کے ہاں تو نسل در نسل ملازمین چلے آ رہے ہیں ان کے بچے تو آپ کے بچوں کے ساتھ ہی سکولوں میں جاتے ہوں گے؟ کیونکہ آپ جیسی روشن خیال شخصیت سے تو یہی توقع ہے اور ویسے بھی تعلیم تو سب کا یکساں اور بنیادی حق ہے۔.......

اصل سنت کا روپ دھار کر رافضیت و سبائیت پھیلانے والے مذہبی بہروپیوں کا مکمل
پوسٹ مارٹم معرکہ حق و باطل میں ایک حق پرست عالم دین کی صدائے رستا خیز
فتنہ سبائیت کے تابوت میں پہلا کیل — باطل کے ایوانوں میں رعد کی گونج

سبائی فتنہ

(جلد اول) مصنف:۔ حضرت مولانا ابو ریحان سیالکوٹی مدظلہ
ایک تہلکہ خیز کتاب ★ ایک علمی محاسبہ قیمت ۱۰۰ روپے
بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے۔

سید محمد ذوالکفل بخاری۔

قادیانیت شکن :

ترتیب وتدوین : محمد طاہر رزاق، صفحات : ۲۸۰، قیمت : ۷۵ روپے۔ ملنے کا پتہ: مکتبہ سید احمد شہید، اُردو بازار، لاہور

ہمارے ملک کے ایک شاعر ہیں ظفر اقبال۔ بہت منفرد شاعر ہیں انکا ایک شعر، ایک عرصہ سے بہت مقبول ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ

جھوٹ بولا ہے ظفر تو اس پہ قائم بھی رہو
آدمی کو صاحبِ کردار ہونا چاہیئے

یہاں تحسین اور تنقید کی کسی بھی کھکھیڑ میں مبتلا ہوئے بغیر، ہم صرف اتنا عرض کرنا چاہ رہے ہیں کہ اس شعر کو پڑھتے ہی ہمارا ذہن ہمیشہ ایک ہی شخصیت کی طرف جاتا ہے۔اتفاق کی بات ہے کہ وہ شخصیت بھی ایک شاعر ہی کی ہے۔ایسا شاعر جو نرا شاعر نہیں تھا بلکہ اور بھی کئی علوم و فنون میں اسکا پایہ بہت بڑھا ہو تھا۔اتنا بڑھا ہوا کہ وہ اکثر اوقات چوپایہ معلوم ہوتا تھا اور کبھی کبھی تو چوپایوں سے بڑھ جاتا تھا۔

(اولئک کالانعام بل ھم اضل)

ذرا غور کیجئے کہ ایک بہروپیا، ناٹکیا، کرتبیا، شعبدہ باز، مداری اور سوانگیا یکایک سوامی، رشی اور منی ہونے کا اعلان کردے تو کیا آپ اسے سچ باور کرلیں گے؟ یقیناً آپ اسے ہنر مندی کا اعجاز اور مہارتِ فن کا کرشمہ جانیں گے۔لیکن صاحب! یہی وہ کسوٹی ہے جس سے گرو اور گرو گھنٹال میں فرق کی نشان دہی اور سراغ رسانی ہے۔گرو گھنٹال وہ ہوتا ہے کہ چھوٹے چھوٹے چیلے تو ایک طرف، بڑے بڑے گرو بھی جسکی گرد کو نہ پا سکیں

اصل میں مکاری، فریب کاری اور فن کاری میں چولی دامن کا ساتھ ہے بلکہ جنم جنم کا ساتھ۔مکرو فریب کی اس دنیا میں بے شمار قسم کی جادو نگریاں، حیرت کدے اور طلسمات اسی حقیقت کا کھلا ثبوت ہیں۔اور اتنے کھلے کھلے ثبوت ہیں کہ ہم نے اچھے اچھے سالم وثابت بندے ان میں یوں ہی گرتے دیکھے ہیں جس طرح لوگ باگ کھلے گٹر میں گر جایا کرتے ہیں۔

اب جس طرح فن کاری شو بزنس کی دنیا سے خاص نہیں اسی طرح مکرو فریب، دھوکہ اور دغا بھی کسی ایک دنیا سے خاص نہیں البتہ یہ سب فنکاری سے ضرور خاص ہیں۔آپ یہی دیکھئے کہ مذہب کی دنیا، اعتقاد کی دنیا اور تقدس کی دنیا میں کیسے کیسے فنکار پیدا ہوئے۔استحصال پیشہ اور مفاد پرست! لیکن ایسے بلند پایہ اور

صاحب کردار کہ بد کردار چوپایوں کومات کر گئے۔

مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کے نام نامی سے کون واقف نہیں؟ آپ کہیں گے سب واقف ہیں: حقیقت میں ایسا نہیں۔ ڈاکٹر یونس بٹ کے بقول آج کے پڑھنے لکھنے والوں کا مذہبی لوگوں کے بارے میں علم اتنا ہی ہے جتنا مرزا ایسے مذہبی لوگوں کا مذہب کے بارے میں ہے۔ خود ڈاکٹر یونس بٹ کی معلومات البتہ بہت وسیع ہیں۔ یعنی "مرزا قادیانی کے احسانات میں سے ہمیں صرف ایک کا ہی پتہ ہے کہ وہ مر چکے ہیں۔ سنا ہے وہ اپنی زندگی میں ہی مر گئے تھے۔ پیشہ نبوت تھا۔ ایک خاص جگہ پر تشریف رکھتے تو ان پر وحی اترتی اسی جگہ انتقال فرمایا۔ دنیا میں جو جھوٹے نبی گزرے ہیں وہ ان میں سب سے جھوٹے ہیں"!

یوں محمد طاہر رزاق کی کتاب قادیانیت شکن اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے کہ اس کے ذریعے ہماری ملاقات ایک ایسے مرزا قادیانی سے ہوتی ہے جو اپنی شخصیت، سوانح اور افکار کی روشنی میں اعلیٰ درجے کا اول جلول، مضحکہ خیز، مخبوط الحواس لیکن ہٹیلا کردار ہے اور جس کے بارے میں لکھنے کے لئے بقول شفیق مرزا "پطرس" بخاری کی ذہانت، مشتاق احمد یوسفی کے خامہ گلرنگ اور میکسم ایسے ماہر فن کارٹونسٹ کی ضرورت ہے" یقیناً محمد طاہر رزاق نے اردو مزاح نگاری میں ایک نئی موضوعاتی جہت اور نئے اسلوبیاتی تنوع کو راہ دی ہے۔ اور مذہبی دنیا کے چارلی چیپلن، بیماریوں کے عالمی چیمپین اور نوکر ووہٹی دا..... مرزا قادیانی کے "فن" اور "شخصیت" کے حوالہ سے اتنا زبردست مزاح تخلیق کیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے مرزا قادیانی عمر بھر جس "ادب دشمنی" کا اظہار کرتے رہے، اس کے باطن سے ایسا ادبی شہکار کیونکر برآمد ہوا؟

محمد طاہر رزاق کے یہ پندرہ معرکہ آرا مضامین..... عطاء الحق قاسمی، ڈاکٹر یونس بٹ اور شفیق مرزا کی کاٹ دار تحریری کمک سے واقعہ میں "قادیانیت شکن" ہو گئے ہیں۔

طلوعِ سحر

جانشینِ امیرِ شریعت سید ابو معاویہ ابو ذر بخاری مدظلہ کی گذشتہ پچیس برسوں میں سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت ازواجِ و اصحابِ رسول علیہم الرضوان کے موضوع پر ہونے والی تقاریر کی جلد اوّل خوبصورت ٹائیٹل اور کمپیوٹر کتابت سے مزین۔

قیمت ۱۸۰ روپے

بخاری اکیڈمی، دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

حلقۂ احباب (قارئین)

مکرمی مدیر صاحب -اسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

اس وقت ماہنامہ نقیب ختم نبوت کی اشاعت خاص بیاد امیر المؤمنین لام المتقین خلیفہ راشد سیدنا معاویہ بن ابی سفیانؓ بابت ماہ رجب المرجب ۱۴۱۴ھ مطابق جنوری ۱۹۹۴ پیش نظر ہے دفاع صحابہ اور فضائل صحابہ کے بیان میں ملک میں شائع ہونے والے جرائد میں انفرادی حیثیت کا حامل ہے۔ اللھم زدفزد۔

اس خصوصی اشاعت میں محترم گرامی قدر جناب شاہ بلیغ الدین صاحب کا ایک مضمون بہ عنوان ایک اور رفیق ھجرت شریک اشاعت ہوا۔ جناب موصوف نے اپنے مختصر مضمون میں سیدنا عامر بن فہیرہؓ کا ایک جامع تعارف پیش کیا ہے فجزاہ اللہ تعالیٰ۔ سیدنا عامر بن فہیرہ بھی ان اشخاص کے زمرہ میں شامل ہیں جنکو سیدنا ابو بکرؓ نے حصول رضائے الٰہی کی خاطر انکے ظالم سرداروں سے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ اس طرح کے ضعیف اور کمزور غلاموں کی خریداری پر سیدنا ابو بکرؓ کے والد سیدنا ابو قحافہؓ نے ان کو کہا تھا۔

قال ابو قحافہ لابی بکر یابنی انی اراک نعتق رقاباًضعافاًفلواثر ازفعلت مافعلت اعتقت رجالا جلاأ یمنعو نک ویقو مون دونک؟قال فقال ابوبکرؓ یا ابت انی انماارید ماارید للہ(عزوجل)(ابن ھشام ج ۱-ص ۳۱۹)

(ترجمہ:)ابو قحافہؓ نے ابو بکرؓ کو کہا میرے بیٹے میں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور غلاموں کو آزاد کر رہے ہو۔ اگر تم طاقتور غلاموں کو آزاد کرتے تو تجھے فائدہ حاصل ہوتا وہ تیری حفاظت اور تیرے دشمنوں کے سامنے سینہ سپر ہوجاتے۔ سیدنا ابو بکرؓ نے فرمایا:۔ اے ابا میں اپنے اس کام میں، جو میں کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہوں۔

جس وقت سیدنا عامرؓ بن فہیرہ کو شہید کیا گیا تو اس وقت انکی کرامت کا یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا۔

ان عامربن الطفیل کان یقول من رجل منھم لماقتل رأیتہ رفع بین السمأوالارض حتیٰ رأیت السمأمن دونہ؟قالواھو عامرابن فھیرہ(ابن ہشام ص۱۸۶ ج ۲)

(ترجمہ) تحقیق عامر بن الطفیل کہتا تھا! "ان میں سے وہ کون شخص تھا جس وقت اس کو قتل کیا گیا تھا۔ اس کا جسم آسمان کی طرف اٹھالیا گیا تھا۔ حتی کہ میں نے دیکھا کہ وہ آسمان سے بھی اوپر چلا گیا"۔ لوگوں نے کہا کہ وہ عامر بن فہیرہؓ تھے۔

والسلام :احقر عبدالحق چوہان

محترم ومکرم :..........................

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ" نقیب ختم نبوت جنوری ۱۹۹۴ء میں سرورق پر تصویر مزار سیدنا حضرت معاویہؓ سمیت تمام مضامین گوہر یکتا تھے جنھوں نے ایک ہی محفل میں پڑھنے پر مجبور کر دیا۔ یوں تو اس پرچہ کا ہر مضمون ہی نرالا

ہے لیکن "جبر کی سائنس سے صبر کی سائنس تک" اور "نواب کالا باغ کے منظور نظر الطاف گوہر کی خدمت میں" ایک مکذوبہ روایت کا بے لاگ تجزیہ بہت ہی پسند آیا۔ ایسے بے لگام اور کذاب لوگوں کو بروقت ہی جواب دینا چاہیئے۔ بغض احرار میں تاریخ کو بھی جھٹلا دیتے ہیں۔

جہاں والوں کو سمجھا دو ابھی احرار زندہ ہیں
ابھی ختم نبوت کے علمبردار زندہ ہیں

ان دونوں مضامین کے مصنفین نے واقعی کافی محنت کی ہے اور قارئین کو ایک حقیقت سے آشنا کرایا ہے میری طرف سے جناب سید ذوالکفل بخاری اور محمد عمر فاروق مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالی ان حضرات کے علم میں مزید اضافہ فرمائے آمین ثم آمین۔

والسلام

ابو معاویہ رحمانی جتوہان

بستی مولویاں۔ رحیم یار خان۔

محترم سید کفیل بخاری صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں نقیب ختم نبوت کا باقاعدہ قاری ہوں۔ اس کے مطالعہ سے مجھے روحانی اور علمی سکون میسر آتا ہے پاکستان کے دینی جرائد میں نقیب کا اپنا مقام ہے۔ خوشی ہوتی ہے کہ کوئی جماعت تو ایسی ہے جس کے کارکن اور رہنماء اپنے ذاتی وگروہی مفادات اور مصلحتوں سے بے نیاز ہو کر دشمنان خدا ورسول اور دشمنان ازواج واصحاب رسول ﷺ کے خلاف جہاد میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نقیب ختم نبوت کو ترقی عطا فرمائے اور اس کی وسیع تر اشاعت سے امت مسلمہ کو نفع پہنچائے۔ ہم سب مسلمانوں کو تاجدار ختم نبوت کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے اور صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

والسلام

عبدالمجید احرار۔ گنڈا پور

سکنہ رغزہ ضلع ٹانک

جناب سید محمد کفیل بخاری صاحب..............

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحمد للہ! اس دور پر فتن میں بطور اتمام حجت تبلیغ دین اور اشاعت حق کا فریضہ علماء حق خوب ادا کرتے آرہے ہیں۔ مگر

مریضِ عشق پر رحمت خدا کی مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

آپ کا موقر جریدہ نقیبِ ختمِ نبوت بفضلہ تعالیٰ ہر ماہ بہتر سے بہترین مضامین کا انتخاب اور ترتیب کا ذخیرہ ہدیہ قارئین کررہا ہے۔ اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازے اشاعت میں توسیع وبرکت عطا فرمائے اور پڑھنے سننے والوں کو عمل کی توفیق بھی بخشے، زیر نظر شمارہ شوال المکرم کے ص ۶۱ پر جناب احمد معاویہ کا پر

مغز جرأت مندانہ مضمون "صرف مولوی ہی قصوروار کیوں"؟ حق کی آواز ہے بر سر اقتدار طبقہ اور عوام الناس کی صحیح رہنمائی اور خیر خواہی ہے۔اگر مضائقہ نہ ہو توالگ شائع کر کے ترجیحی بنیاد پر گھر گھر پہنچائیں اللہ تعالیٰ اس جہاد خیر میں آپ کی غائبانہ نصرت فرمائے۔

لادین حکومت کی مداخلت فی الدین کی مذمت کے لئے ہر ممکنہ جہاد وقت کا اہم ترین تقاضا ہے۔یہ سب ہماری بد نصیبی اور شامت اعمال کا اثر ہے کہ

پھول ہوں پابند اور کانٹوں کو آزادی ملے
خوب ہے اے گلستاں والو یہ نیا دستور بھی

گانے بجانے کی خرافات اور محافل موسیقی سینما ریڈیو، ٹی وی کے اخلاق سوز پروگرام اخباروں میں فلمی اشتہارات کی بھرمار مسلمانوں کی معصوم نسلوں کی اخلاقی بربادی کے سامان وغیرہ پر پابندی لگانے کی بجائے مساجد میں دینی تبلیغی بیانات پر لاؤڈ سپیکر کے استعمال کی یکطرفہ پابندی حکمرانوں کی عاقبت نااندیشی کی ابتداء ہے اور انجام خدا جانے!

یہ دراصل مرزائی اور رافضی گٹھ جوڑ اور سازش کے نتیجہ میں اہل سنت کے خلاف انتقامی کارروائی مرتب کی گئی ہے۔ایک طرف مرزا طاہر کے نشریہ و مطبوعہ خطبات ڈش انٹینا کے ذریعہ ٹی وی پر مسلسل دکھا کر مسلمانوں کی غیرت و حمیت دینی کا مذاق اڑایا جارہا ہے۔تو دوسری طرف رافضی مقرروں کے ذریعہ میڈیا پر دین اسلام کو مسخ کر کے پیش کیا جارہا ہے۔کاش کہ مسلمان خواب غفلت سے جلد بیدار ہوں اور متحدہ و متفقہ طور پر حسبِ سابق کفر و الحاد اور زندقہ کے خلاف سینہ سپر ہوجائیں اور دشمنانِ دین کے مذموم عزائم کو خاک میں ملادیں۔سرحدی علاقوں میں بے سمجھ مسلمانوں کو زبردستی مرتد بنایا جارہا ہے۔بیرونی سفارت خانوں میں کلیدی عہدوں پر مرزائیوں کی تقرری غیر ملکی سازش اور بھرپور تعاون سے ہو رہی ہے مذکورہ شمارہ میں عبدالتواب شیخ ص ۴۸ اور حافظ شفیق الرحمن ص ۵۰ اور ادھر ادھر سے نثارالنبی ص ۵۷ کے حوالہ جات مسلمانوں کے لئے سخت دل آزاری کا باعث ہیں۔جریدہ تکبیر اور چٹان سے ماخوذ یہ مضامین صرف ان کے قارئین تک ہی پہنچ پاتے ہیں اس لئے ادارہ نقیب ختم نبوت مذکورہ تمام مضامین اور عنوانات کی اشاعت عام ہنگامی بنیاد پر فرما کر بے خبر مسلمانوں کو خبردار کرے اور جگائے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہمت اور توفیق دے کہ وہ اس قلمی جہاد اور احتجاج کو زبردست قومی تحریک بنادیں اور ناقابل تسخیر کامیابی سے ہمکنار ہوں تاکہ تحریک تحفظ ختم نبوت کی یاد پھر تازہ ہوجائے۔آمین یاالہ العالمین۔شہداء ختم نبوت زندہ باد

راہِ حق میں جو بشر جان دیا کرتے ہیں
حمایت ان کی فرشتے بھی کیا کرتے ہیں

والسلام۔غمزدہ: فقیر عبدالواحد بیگ (بنیاد پرست) ملتان

مسافرین آخرت

اناللہ وانا الیہ راجعون

شیخ الحدیث مولانا نور محمد کا انتقال:
محدث العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے شاگرد رشید شیخ الحدیث مولانا نور محمد ۱۰ رمضان المبارک کو ملہوالی ضلع اٹک میں انتقال کر گئے۔ مولانا مرحوم کو مجاہد احرار مولانا محمد گل شیر شہید دینی تعلیم وتدریس کے لئے ملہووالی لے آئے تھے۔ پھر وہ ہمیشہ کے لئے یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ تمام عمر دین کی تعلیم اور ترویج واشاعت میں بتا دی۔ ان کے سینکڑوں شاگرد اسوقت تعلیم دین اور اشاعت اسلام میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے اور بلند درجات عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین

مجلس احرار اسلام تلہ گنگ کے کارکن محترم صوفی غلام شبیر صاحب کا کمسن بیٹا گزشتہ دنوں انتقال کر گیا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا عبد الرؤف ازہری گزشتہ ماہ رحلت فرما گئے۔ آپ ایک عرصہ سے اسلام آباد میں مجلس کے دفتر میں تعینات تھے اور ردمرزائیت میں ہمہ تن مصروف تھے۔

مجلس احرار اسلام ملتان کے قدیم کارکن محترم صوفی غلام حسین بھٹہ صاحب ۲۰ اپریل کو رحلت فرما گئے۔

ملتان ہی سے ہمارے کرم فرما محترم محمد اکبر صاحب (گھڑی ساز) کی والدہ ماجدہ ۲۰ اپریل کو انتقال فرما گئیں۔

ممتاز عالم دین حضرت مولانا عبد القادر قاسمی چند ماہ پیشتر حسن ابدال میں رحلت فرما گئے۔ آپ دار العلوم دیو بند کے فاضل اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ تقسیم سے قبل لدھیانہ میں رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے ساتھ مل کر جہاد آزادی میں شریک ہوئے۔ اور پھر حسن ابدال میں حضرت مفتی عبد الحی اور حضرت مولانا قاضی شمس الدین رحمھم اللہ کی ہمرکابی میں مجلس احرار اسلام سے بھی وابستہ رہے۔ تمام عمر علم دین کی تعلیم میں مصروف رہے۔

اراکین ادارہ تمام مرحومین کی مغفرت کے لئے دعا گو ہیں اور پسماندگان سے تعزیت مسنونہ کرتے ہیں قارئین سے بھی درخواست ہے کہ وہ تمام مرحومین کی مغفرت کے لئے ایصال وثواب اور دعاؤں کا خاص اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور حسنات قبول فرمائے (آمین)

دعاء صحت:

ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ

کے ماموں زاد سید محمد اطہر بخاری ان دنوں علیل ہیں۔ احباب سے درخواست ہے کہ ان کی صحت کے لئے خصوصی دعاء فرمائیں۔ (ادارہ)

مجلس احرار اسلام کی رکنیت سازی

مجلس احرار اسلام کی تمام ماتحت شاخوں کے عہدیداروں کو مطلع کیاجاتا ہے کہ مجلس کی رکنیت ومعاونت سازی مارچ سے شروع ہے جوئی ۱۹۹۴ء تک جاری رہے گی۔
زیادہ سے زیادہ احباب کو مجلس میں شمولیت کی دعوت دیں اور رکنیت سازی کی مہم کو تیز کردیں
جن شاخوں نے ابھی تک فارم رکنیت نہیں منگوائے وہ فوراً مرکز کو خط لکھ کر ضرورت کے مطابق فارم طلب فرمائیں۔
مئی کے آخر تک رکنیت سازی اور مقامی وضلعی انتخاب مکمل کر کے مع الحاق فیس مرکزی دفتر روانہ کریں۔
حسب ضرورت دستور جماعت طلب فرمائیں اور اسی کی روشنی میں تمام مراحل مکمل کریں۔
مرکزی انتخاب کی تاریخ کا تعین کر کے عنقریب تمام ماتحت شاخوں کو مطلع کردیا جائے گا۔

والسلام علیکم ورحمہ اللہ و برکاتہ
سید عطاء المحسن بخاری
ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام پاکستان
دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ؛ فون: ۵۱۱۹۶۱

دعاء صحت:

جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابو ذر بخاری مدظلہ گزشتہ دو ماہ سے شدید علیل ہیں مارچ کے آخری عشرہ میں ملک محمد یوسف صاحب کے اصرار پر ان کے ہاں بغرض علاج لاہور تشریف لے گئے ابتداء میں افاقہ ہوگیا مگر پھر طبیعت بگڑ گئی اور آپ ملتان واپس تشریف لے آئے۔ علاج جاری ہے اور قدرے افاقہ بھی ہوا ہے۔ احباب و مخلصین سے درخواست ہے کہ وہ حضرت کی صحت یابی کے لئے خاص طور پر دعاء فرمائیں۔
ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کی اہلیہ محترمہ ایک عرصہ سے مفلوج ہیں۔ احباب ان کی صحت کے لئے بھی خصوصی دعاء فرمائیں۔ (ادارہ)

کوئی چنگاری ----

ہر طرف ہے کفر سا پھیلا ہوا
سر اٹھائے شرک بھی اڈا ہوا
رفض کی یہ باطنی سرگرمیاں
چہرۂ دیں ان سے بھی میلا ہوا
یہ امامت اور ولایت کا فسوں۔
دین کامل پر یہ اک دھبا ہوا
قتل و غارت زرگری ہے منتہا
خمر و خنزیر و زنا پیشہ ہوا
کوئی پابند شریعت، پیکر طاعت کوئی
ہر طرف سے یاس کا دھواں بڑھا
کیا کریں گی عشق کی چنگاریاں
کوئی چنگاری نہ پھر شعلہ ہوا
زندگی کی منزلیں آسان کر
کب سے ہے تو غار میں دبکا ہوا
زندگی گر غار میں مستور ہے
ہے خمینی غار میں پہنچا ہوا
ٹھیک کہتا ہے فرید جاچڑاں
"کر توبہ ترت فریدا سدا
ہر شے نوں پر نقصان کھوں"

(قمر الحسنین)

رنگ دنیا کا----

رنگ دنیا کا اور دیکھا ہے
بے وفائی کا دور دیکھا ہے
لیگ سے جو توقع تھی
مولوی سے وہ جور دیکھا ہے
میر زائی جو کچھ نہ کر پائے
شرع بندوں کا جور دیکھا ہے
کہہ مکرنی کمال ہے انکا
"مفتیوں" کا وہ غور دیکھا ہے
اپنا کھلا کے غیر سے ناطہ
ہم نے انکو بغور دیکھا ہے
اپنے عہد خراب میں ساقی

سیاسی ملا کا طور دیکھا ہے۔

(قمر الحسنین)

○

"گردِ سفر"

میرے ہم صفیرو! ذرا اس بلندی پہ اک لمحہ رک کر پلٹ کے تو دیکھو
نشیبوں میں پھیلے ہوئے زم کھرے کی چادر نظر سے الٹ کے تو دیکھو
یہاں اس بلندی تک آتے ہوئے راستے کے کئی موڑ کاٹے ہیں ہم نے
یہ دیکھو کہ کتنے کوس اس ایک جہد مسلسل سے پاٹے ہیں ہم نے
کسی کو خبر کیا کہ راہ طلب میں وفا کیش کتنے مراحل سے گزرے
سمن پوش لمحوں کے پیہم تعاقب میں کتنے ہی خار ستم دل سے گزرے
جبیں کا عرق، ان گنت جگنوؤں کی لرزتی قطاریں ہیں پنہائے شب میں
خراشیں تمناؤں کے پھول ہیں جو مشقت کھلاتی ہے دست طلب میں
جہاں سے بھی گزرے بہاروں کے داعی چمن زار وہ رہ گزر ہو گئی ہے
کرن جو بھی پھوٹی ہے چاکِ جگر سے، ابھر کرنشان سفر ہو گئی ہے
بہ فیض یقین و عمل، دھجیاں بن کے اڑتی رہیں تیرگی کی نقابیں
خوشی کا گر احساس محکم ہو تو خود بخود ٹوٹ جاتی ہیں غم کی طنابیں
ستارے سے نظروں میں گھلنے لگے ہیں کہ موج کی طرب چھوڑ رہی ہے دلوں کو
روانہ ہوا ہے تمناؤں کا پھر، سبک رو سفینہ نئے ساحلوں کو

توصیف تبسم

نوائے سروش

م۔ماوراسئے فہم ارفع تر تمہاری شان ہے — آو خطیب اعظم و علم و عمل کی جان ہے
ح۔ حسن خلق ورشک دوراں آپکی ہر اک ادا — اللہ اللہ! وجد آور قرأت قرآن ہے
س۔سادگی ایسی کہ ہے رطب اللساں سارا جہاں — دیکھ کر حیرت میں ہر اک صاحب ایقان ہے
ن۔ نازش علم وادب حسن ادا حسن کلام — یہ بھی صابر سید محسن کا اک احسان ہے

محسن
صنعت توشیخ

مولانا عبدالکریم صابر ایڈیٹر ہفت روزہ "مخلص" ڈیرہ اسماعیل خان

رنگِ چمن،

شاید نہ کریں بات مری آپ گوارا
اس دشت سے بہتر ہے نہ دلی نہ بخارا

تم شہر میں اب جا کے کہیں لوٹ مچاؤ
وادی یہ ہماری ہے وہ صحرا بھی ہمارا

بکرا ہی سیہ رنگ کا، گر پیر کو دیں تو!
گردش سے نکل سکتا ہے اپنا بھی ستارا

آپس میں الجھ پڑتے ہیں ہم ٹھیک ہے، لیکن
ہوتا ہے مگر غیر کی جانب سے اشارا

بالوں کو سیہ کر کے نہ تم آئینہ دیکھو
پھر شادی کی خواہش نہ جنم لے لے دوبارا

ان جیب تراشوں سے کہو اس کو نہ چھیڑیں
فٹ پاتھ پہ لیٹا ہے جو تقدیر کا مارا

اس ڈر سے کہ اسہال نہ لگ جائیں عزیزو
میں دودھ میں اب پانی ملا دیتا ہوں سارا

رشوت نہ اگر لیں تو مریں بھوک سے تائب
تنخواہ میں ہوتا ہے کہاں آج گزارا

○

پروفیسر محمد اکرام تائب
(عارف والا)

مولانا عبدالکریم صابر

وجدانیات

ولہ! عطاء المحسن سید بخاری کا پیام
عید سند یسہ کے ہے عنوان سے کیا فیض عام
دور حاضر میں یہ حق گوئی ہے تیری بے مثال
تیری عظمت تیرنی جراءت تیری رفعت کو سلام
ہوش سے بے گانے ہو جاتے ہیں سب تیرے عدو
لب پہ آتا جبکہ انکے سامنے ہے تیرا نام
ہیں جو دانشمند دور اندیش ذی عظمت جہاں
اللہ اللہ انکے دل میں خاص ہے تیرا مقام
دور ظلمت میں کئے دن رات بیشک آپ نے
قلب روشن اہل دل کے مانند ماہ تمام
صابر عاصی پہ بھی فرمائیے نظر کرم
آپ کے جو فیض کا طالب ہے بیشک صبح شام

تحریک آزادی کے نامور رہنما اور صاحب طرز ادیب مفکر احرار چودھری افضل حق کی خود نوشت سوانح

میرا افسانہ

قیمت ۱۱۰/= روپے

رعایتی قیمت ۶۰/= روپے
ڈاک خرچ ۱۰/= روپے

چالیس برس بعد دوبارہ شائع ہوگئی ہے!

میرا افسانہ — ایک عہد اور ایک زمانے کی سوانح — آزادی کے مجاہدوں کا تذکرہ
کمپیوٹر کتابت — اعلیٰ طباعت — خوبصورت جلد — صفحات ۲۰۸ قیمت ۱۱۰ روپے

نذر عقیدت

قطعہ تاریخ

بخدمت گرامی حضرت مولانا **خان محمد** صاحب دامت برکاتہم
سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں

ہیں جو پیران پیر اور کامل ولی
کاملوں سے جسے جانشینی ملی
ہیں جو شیخ المشائخ بحمد خدا
نظر لطف و کرم جس کی سب پر رہی
نقشبندی طریقہ کے ہیں رہنما
ہے عطا جس نے کی دولت عرفان کی
بس مجدد سراجی مقامات بھی
سب مریدوں کو سمجھا دیئے ہیں سبھی
ہو عطا اس کو عمر خضر یا خدا
دل سے اپنی دعا ہے یہ نسیم شبی
کچھ عجب رنگ ہوتا ہے رمضان میں
ہیں فیوضات ملتے وہاں پر سبھی
شکر حق ہے کہ خدمت میں جو آگیا
پارسا بن گیا پھر وہی آدمی
فیض لا انتہا آ کے وہ پا گیا
آیا دربار میں شخص جو بھی کوئی
جو خلوص و عقیدت سے گر آگیا
کیوں نہ جائے سنور اس کی پھر زندگی
جلوہ افروز صابر ہیں شکر خدا
اللہ اللہ "خان محمد سخی"

مولانا عبدالکریم صابر

....

۱۴۱۳ھ

لندن میں ورلڈ اسلامک فورم کا مستقل ہیڈ آفس

فارسٹ گیٹ لندن ایسٹ ۷ کے علاقہ میں قائم کیا جارہا ہے جس کے لیے جار جز روڈ پر ایک لاکھ پینتالیس ہزار پونڈ میں بلڈنگ کا سودا طے پا گیا ہے۔ اس ہیڈ آفس میں۔

- دنیا بھر کے غیر مسلموں تک ان کی اپنی زبان میں اسلام کی دعوت پہنچانے کے لیے لٹریچر اور کیسٹس کی تیاری اور اشاعت کا اہتمام کیا جائے گا۔
- مغربی معاشرہ کی ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے مسلمان بچوں اور بچیوں کی دینی تعلیم و تربیت کے لیے مثالی مکتب قائم کیا جائے گا
- مغربی تہذیب و معاشرت کی خامیوں کی نشاندہی اور اسلام کے بارے میں مغربی میڈیا کے منفی پراپیگنڈہ کے تعاقب کے لیے "ویسٹ واچ" کے نام سے میڈیا سنٹر قائم کیا جائے گا۔۔۔۔۔ اور
- علماء، خطبا اور ائمہ مساجد کو انگریزی زبان اور دیگر جدید تقاضوں سے بہرہ ور کرنے کے لیے خصوصی کورسز کا اہتمام کیا جائے گا، انشاء اللہ تعالےٰ

قیمت کی ادائیگی معاہدہ کے مطابق جون ۹۴ء کے وسط تک لازمی ہے

اصحاب خیر سے گذارش ہے کہ گراں قدر عطیات یا مناسب مدت کے لیے قرض حسنہ کی صورت میں بھرپور تعاون فرما کر اس کار خیر میں شریک ہوں، تاکہ وقت مقررہ کے اندر رقم ادا کر کے تعلیمی کام شروع کیا جا سکے۔

تمام رقوم ورلڈ اسلامک فورم کے اکاؤنٹ نمبر

1- A/c No. 90994758, BARCLAYS BANK, 24-26 MINORIES, LONDON EC3N 1BQ.

2- A/c No. 40831280 (20-28-58) BARCLAYS BANK, 202 HIGH STREET NORTH, EAST HAM, LONDON E6 2JB (UK).

کے نام ڈرافٹ یا چیک کی صورت میں ورلڈ اسلامک فورم کے سیکرٹری جنرل مولانا محمد عیسےٰ منصوری کو مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال کی جائیں۔

71 DELAFIELD HOUSE, CHRISTIAN ST,
LONDON E1 1QD (UK).

Tel: 0712651990

منجانب

ابو عمار زاہد الراشدی چیئرمین ورلڈ اسلامک فورم، خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ، پاکستان فون 0431-220663

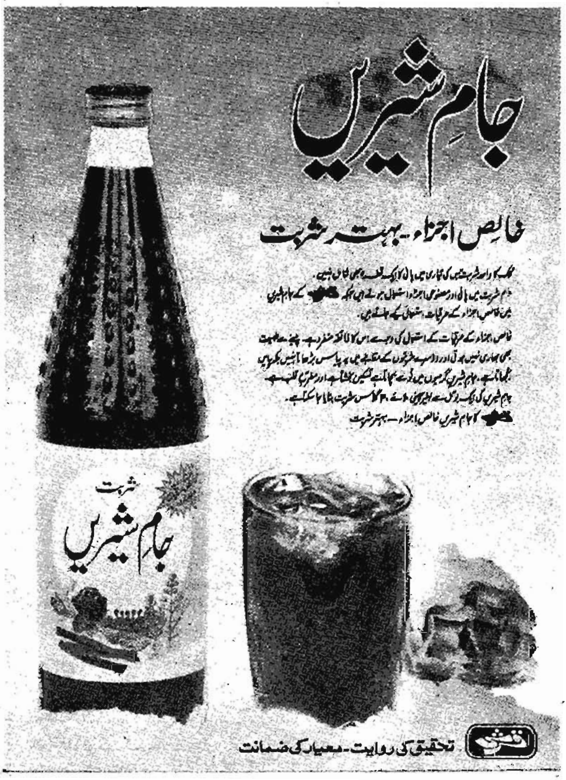
جامِ شیریں
خالص اجزاء۔ بہتر شربت
جامِ شیریں
تحقیق کی روایت۔ معیار کی ضمانت

MONTHLY PH 511961

NAQEEB - E - KHATM - E - NUBUWWAT

Regd No. L - 8755 MULTAN

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

جامع مسجد ختم نبوت

دارِ بنی ہاشم ــ مہربان کالونی ــ ملتان

زیرِ اہتمام: تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) عالمی مجلس احرارِ اسلام پاکستان

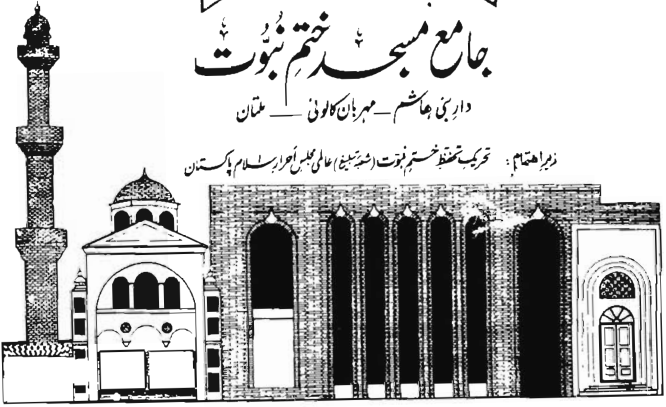

مسجد تکمیل کے مراحل میں ہے، دیواروں کے پلستر اور فرش کی
تنصیب، بجلی کی فٹنگ دروازوں اور کھڑکیوں کی تنصیب کا کام باقی ہے۔
اِس وقت تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ نقد و سامانِ تعمیر دونوں
صُورتوں میں تعاون کا ہاتھ بڑھائیں۔ اور اللہ سے اجر پائیں۔

ترسیلِ زر کے لئے

بذریعہ بنک ڈرافٹ، چیک

بنام ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری

اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان۔

عقیدہ ختمِ نبوت کے تحفظ، محاسبۂ مرزائیت ورافضیت، اُسوہ آل واصحاب رسول علیہم السلام کی تعلیم و تبلیغ کو ملکی اور عالمی سطح پر عام کرنے کے لئے ہمارا ساتھ دیں۔

چرمِ قربانی

مجلس احرار اسلام کے شعبہ تبلیغ تحریکِ تحفظ ختم نبوت کو دیجئے

ہمارے دینی ادارے

مدرسہ معمورہ ـــــــ دارِ بنی ہاشم، پولیس لائنز روڈ ملتان فون۔ ۵۱۱۹۶۱

احرار ختم نبوت سینٹر چیچہ وطنی

مدرسہ معمورہ ـــــــ مسجد نور، تغلق روڈ ملتان

مدرسہ ابوبکر صدیق ـــ تلہ گنگ ضلع چکوال

بستان عائشہ (برائے طالبات) دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

مدرسہ العلوم الاسلامیہ ـــ گڑھا موڑ۔ فون:۔ ۱۳

سادات اکیڈمی (برائے طلباء) دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

مدرسہ البنات ـــــ گڑھا موڑ۔ فون:۔ ۱۳

مدرسہ محمودیہ معمورہ ـــــ ناگڑیاں ضلع گجرات

مدرسہ ختم نبوت ـــ نواں چوک گڑھا موڑ

مدرسہ ختم نبوت ـــــ مسجد احرار، متصل ڈگری کالج ربوہ۔ فون: ۸۸۶

مدرسہ ختم نبوت ـــ صادق آباد، ضلع رحیم یار خان

دارالعلوم ختم نبوت ـــــ چیچہ وطنی۔ فون:۔ ۲۱۱۶، ۲۹۵۳

مدرسہ احرار اسلام ـــــ بستی شام دین قائم پور

مدرسہ احرار اسلام ـــــ بستی گودڑمی، حاصل پور

شعبہ نشر و اشاعت:۔ مجلس احرار اسلام پاکستان

مہربان کالونی ملتان۔ فون: ۵۱۱۹۶۱